

فضائل و احکام رمضان المبارک

تالیفِ لطیف

استاذ القرّاء و العلماء، اُسوۃ الصلحاء

حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی قدس اللہ سرہٗ

ادارہ اسلامیات

کراچی — لاہور

پہلی بار : شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ
اہتمام : اشرف برادران سلمہم الرحمٰن
ناشر : ادارۃ اسلامیات کراچی ۔ لاہور

ملنے کے پتے

☆ ادارۃ اسلامیات : موہن روڈ، چوک اُردو بازار، کراچی (فون: ۲۷۲۲۴۰۱)
☆ ادارۃ اسلامیات : ۱۹۰، انارکلی، لاہور (فون: ۷۳۵۳۲۵۵)
☆ ادارۃ اسلامیات : دیناناتھ مینشن، شارع قائداعظم، لاہور (۷۳۲۴۴۱۲)
☆ ادارۃ المعارف : ڈاکخانہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
☆ مکتبہ دارالعلوم : جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
☆ دارالاشاعت : ایم اے جناح روڈ، کراچی
☆ ادارۂ تالیفات اشرفیہ : بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر
☆ ادارۂ تالیفات اشرفیہ : جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد بہاولنگر
☆ بیت القرآن : اردو بازار کراچی
☆ بیت الکتب : نزد اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
☆ بیت العلوم : ۲۶ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور

فہرست

يَـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الـصِّيَـامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ـ

بقرة : ١٨٣

اے ایمان والو! فرض کیا گیا تم پر روزہ
جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر تاکہ تم
پرہیزگار ہو جاؤ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان المبارک کی آمد پر مبارک بادی

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا

امّا بعد!

خوشا وقتے و خرم روزگارے
کہ یارے برخورداز وصل یارے

یعنی وہ وقت بھی کس قدر مبارک ہے کہ جس میں ایک عاشق کو اس کے محبوب کا وصال نصیب ہو، اس کی لذت کا پتہ اہل عشق ہی کو مل سکتا ہے۔ رمضان المبارک کی فضیلتیں احادیث میں کثرت سے آئی ہیں۔ اور سب سے بڑی فضیلت وہ ہے جو سورۃ البقرہ کے تیئیسویں رکوع کی آیت شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ الخ میں مذکور ہے کہ روزوں کا زمانہ رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید اتارا گیا جب کلام الٰہی سب کلاموں سے بڑھ کر اوران کا سردار ہے تو جس مہینے میں وہ اُترا ہو اس کا سب مہینوں سے بڑھ کر ہونا ظاہر تر ہے۔ قران مجید کے علاوہ حق تعالیٰ کی اور کتابیں بھی اسی مہینے میں اتری ہیں۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے یکم یا ۳/ رمضان کو اترے اور موسیٰ علیہ السلام پر توریت ۶/ کو اور عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل ۱۲/ یا ۱۴/ کو اور داؤد علیہ السلام پر زبور ۱۲/ یا ۱۸/ کو نازل ہوئی۔ اور قرآن مجید ستائیس ویں شب میں اترا۔ پس اس مہینہ کو کلام الٰہی سے خاص مناسبت ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دور فرماتے تھے اور آپ اس مہینہ میں چھوٹی ہوئی تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت

فرماتے تھے ۔[1]

روزے اور تراویح اور اعتکاف کے فضائل وبرکات

کہتے ہیں کہ اس مہینہ میں سب سے بڑھ کر عبادت روزہ ہے ۔ یہ اسلام کا ایک رکن یعنی بڑا شاندار اور لازمی حکم ہے ۔ اس میں ایک بات ایسی ہے جو اور عبادتوں میں نہیں ہے وہ یہ کہ نماز وغیرہ کی طرح روزہ کی کوئی صورت نہیں جس سے ظاہر میں نظر آسکے جب تک روزہ دار خود نہ بتلائے کہ میرا روزہ ہے اس وقت تک کسی کو خبر نہیں ہوسکتی، پس روزہ وہی رکھے گا جس کے دل میں خدائے تعالیٰ کا خوف اور محبت اور عظمت ہوگی ۔ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ محبت وعظمت کے کام کرنے سے محبت وعظمت پیدا ہو جاتی ہے اور جس کے دل میں خوف ومحبت ہو وہ دین میں کس قدر مضبوط ہوگا ۔ پس روزہ میں دین کے مضبوط کردینے کی خاصیت ثابت ہوگئی اور چونکہ روزہ کی کسی کو خبر نہیں ہوتی اس لئے اس میں ریا کم ہوتی ہے اور اسی لئے حق تعالیٰ نے اس کو خاص اپنی چیز فرمایا ہے ۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دونگا اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کا بدلہ خود میں ہی ہوں ۔[2] ایک اور روایت میں ہے کہ وہ اپنا کھانا اپنا پینا اپنی لذت اپنی بیوی (چاروں چیزوں) کو میرے لئے چھوڑتا ہے ۔[3] اور اسی خصوصیت کے سبب جب حضرت ابوامامہؓ نے تین مرتبہ یہ سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کسی بڑے عمل کا حکم دیجئے تو آپ ﷺ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ روزہ کو لو کیونکہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں ہے ۔ یعنی اس خصوصیت میں کہ بہ نسبت اور عبادتوں کے اس میں دکھلاوا کم ہے (نسائی وابن خزیمہ) اور روزہ میں جو خوف ومحبت کی خاصیت ہے، جو اس کا خیال کرے گا وہ ہر گناہ سے بچے گا ۔ کیونکہ زیادہ تر گناہ خوف ومحبت کی کمی ہی سے ہوتے ہیں اور جب گناہوں سے بچے گا جو باطنی بیماریاں ہیں تو دوزخ سے بھی بچے گا،

---

۱ فضائل رمضان مولا زکریا مدظلہم العالی ۔۱۲

۲ یعنی اس کی وجہ سے میرا دیدار نصیب ہوگا ۔۱۲ مشکوٰۃ، البخاری ومسلم ۔۱۲

۳ ابن خزیمہ

اس لئے حدیث میں ہے کہ روزہ دوزخ سے بچانے کیلئے ایک ڈھال اور مضبوط قلعہ ہے (احمد وبیہقی) اور جس طرح روزہ باطنی بیماریوں یعنی گناہوں سے بچاتا ہے اسی طرح ظاہری اور جسمانی بیماریوں سے بھی بچاتا ہے۔ کیونکہ زیادہ تر بیماریاں کھانے پینے کی زیادتی ہی سے آتی ہیں اور جب روزہ کے سبب کھانے میں کمی ہوگی تو بیماریاں بھی کم آئیں گی ۔

اسی لئے حدیث میں ہے کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے (ابن ماجہ عن ابی ہریرۃؓ) یعنی جس طرح زکوٰۃ سے مال کا میل کچیل دور ہو جاتا ہے اسی طرح روزے سے بدن میں سے مادّہ فاسدہ کم ہو جاتا ہے جو بیماریوں کے پیدا ہونے کا سبب ہے اور دوسرے روایت میں بالکل صاف آیا ہے کہ روزہ رکھا کرو تندرست رہو گے (طبرانی عن ابو ہریرۃؓ) یہاں سے وہ حضرات سبق حاصل کریں جو صحت حاصل کرنے کیلئے پہاڑوں وغیرہ پر جاتے ہیں ۔ اور مختلف تدبیریں کرتے ہیں ۔ اور ہر چیز میں جراثیم بتاتے ہیں اور بیماریوں کو متعدی اور لگ جانے والی سمجھ کر بیماروں سے نفرت اور پرہیز کیا کرتے ہیں ۔ وہ آئیں اور روحانی طبیبوں کے سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نسخہ کو استعمال کر کے دیکھیں ، یعنی روزہ رکھیں ۔ اس نسخہ پر عمل کرنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ بھی جانے کی ضرورت نہ رہے گی اور جس طرح روزہ ظاہری اور باطنی بیماریوں سے بچاتا ہے اسی طرح دونوں قسم کی خوشی بھی دلاتا ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ (بخاری عن ابی ہریرہؓ) یعنی روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ، ایک خوشی اس کے افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری خوشی اپنے رب کی ملاقات کے وقت ہوگی ۔

اور روزہ کی طرح تراویح میں بھی خوف ومحبت کی شان پائی جاتی ہے ۔ چنانچہ تراویح میں کبھی نیند بھی آجاتی ہے اور بعض دفعہ اتنی آتی ہے کہ سجدے میں بدن ڈھیلا پڑ جاتا ہے جس سے وضو نہیں رہتا اب برابر کے آدمی کو کیا خبر کہ سو رہا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے ۔ سو ایسی نیند آنے کے بعد دوبارہ وضو کر کے نماز کو وہی شخص لوٹائے گا ۔ جس کے دل

میں خدائے تعالیٰ کا خوف اور اس کی محبت ہوگی۔ پس حق تعالیٰ نے ایک شان کی دو عبادتیں جمع کردیں ایک دن میں اور دوسری رات میں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے رمضان میں رات کا جاگنا سنت کیا ہے۔ جو شخص ایمان کی شرط اور ثواب کے اعتقاد سے رمضان کا روزہ رکھے اور رات کو تراویح کے لئے جاگے (یعنی ان دونوں کو حق سمجھے اور حق تعالیٰ کی رضا و ثواب کی نیت سے ادا کرے، لوگوں کی شرماشرمی اور شہرت کے لئے نہ کرے۔ یہ دونوں چیزیں ہر عمل کے لئے شرط ہیں۔ فرضی ہو خواہ نفلی، ان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ سنت کے خلاف نہ ہو) وہ اپنے (صغیرہ) گناہوں سے اس دن کی طرح نکل آئے گا جس دن اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا (نسائی) اور کبیرہ گناہ توبہ کرنے اور شرمندہ ہونے سے معاف ہو جائیں گے۔ اور بندوں کے حقوق اس طرح ادا ہو جائیں گے کہ ان سے معافی مانگے یا ان کی چیز ان کے پاس پہنچا دے اور اگر وہ مر چکے ہوں تو ان کے وارثوں کو پہنچا دے۔ اور اگر وارث بھی نہ ہوں تو ان کی طرف سے خیرات کردے اور ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو ان کے لئے بخشش کی دعا کرے، اس طرح عمل کرنے سے گناہوں سے بالکل پاک اور صاف ہو جائے گا۔ سبحان اللہ! کیسا عمدہ علاج ہے۔ نیز ارشاد ہے کہ روزہ اور قرآن بندے کے لئے سفارش کریں گے۔ روزہ یوں کہے گا کہ یا رب میں نے اس کو دن کے وقت کھانے اور خواہشوں سے روک دیا تھا سو اس کے بارے میں میری سفارش قبول کرلیجئے۔ اور قرآن یوں کہے گا کہ یا رب میں نے اس کو رات کے وقت سونے سے روک دیا تھا سو اس کے بارے میں میری سفارش قبول کرلیجئے۔ پس دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی[۱] الٰہی اپنی عزت و جلال کا صدقہ روزہ اور قرآن دونوں کو ہمارا سفارشی بنا۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن

حدیث میں ہے کہ (۱) جب رمضان پہلی رات ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر آخری رات تک ان میں سے کوئی دروازہ بھی بند نہیں ہوتا۔

۱؎ طبرانی فی الکبیر واحمد وابن الدنیا والحاکم عن عبداللہ بن عمرؓ ۱۲

(۲) جو ایمان دار بندہ بھی ان راتوں میں سے کسی رات میں نماز (تراویح) پڑھتا ہے اس کے لئے ہر سجدے کے بدلے اللہ تعالیٰ ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر سرخ یاقوت سے بناتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوں گے اور ان میں سے ہر دروازے کے متعلق ایک محل سونے کا ہوگا جو سرخ یاقوت سے آراستہ ہوگا۔

(۳) پھر جب رمضان کا پہلا روزہ رکھتا ہے تو اس کے وہ سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں جو پچھلے رمضان کی پہلی تاریخ سے آج تک ہوئے ہوں۔

(۴) ہر روز صبح کی نماز سے لے کر آفتاب چھپنے تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

(۵) اور یہ اس مہینے میں جتنی نمازیں بھی پڑھے گا۔ خواہ دن میں خواہ رات میں ہر سجدے کے عوض ایک درخت ملے گا جس کے سایہ میں سوا پانچ سو برس تک چل سکے گا۔ بیہقی عن ابی سعید۔

اور اسی شان کی ایک تیسری عبادت اعتکاف بھی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس مسجد میں جماعت ہوتی ہو اس میں بیسویں تاریخ کو سورج چھپنے سے پہلے یہ نیت کر کے بیٹھ جائے کہ چاندرات کا سورج چھپنے تک میں یہاں سے ضروری حاجت کے سوا نہیں نکلوں گا۔ یہ بھی ایسی عبادت ہے جس میں دکھلاوا کم ہے۔ کیونکہ کسی کو کیا خبر کہ مسجد میں اعتکاف کے لئے آیا ہے یا ویسے ہی آگیا ہے۔ اس سے خدائے تعالیٰ کے دربار میں حاضری اور شب قدر کا جاگنا وغیرہ بڑی بڑی دولتیں نصیب ہوتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان میں دس دن کا اعتکاف کرنے والے کو دو حج اور دو عمروں کے برابر ثواب ملتا ہے (بیہقی عن علی بن حسین عن ابیہ) نیز ارشاد ہے کہ اعتکاف کرنے والا تمام گناہوں سے رُکا رہتا ہے اور اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے کوئی تمام نیکیاں کر رہا ہو۔ (مشکوۃ از ابن ماجہ عن ابن عباسؓ)۔

اور جس روز یہ تینوں عبادتیں (روزہ تراویح اور اعتکاف) ختم ہوتی ہیں یعنی

عید کا دن ۔اس کی بھی فضیلت آئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ عید کے دن حق تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ فرشتو! اس مزدور کا بدلہ کیا ہے جو اپنا کام پورا کر لے ۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ یارب اس کا بدلہ یہ ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دی جائے ۔ پھر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! میرے بندے اور بندیوں نے میرا وہ فرض (روزہ) ادا کیا جوان پر تھا۔ پھر دعا کے ساتھ چلاّتے ہوئے (عید گاہ میں جانے کے لئے) نکلے ہیں ۔ میں اپنی عزت وجلال اور کرم اور بلند شان اور بلند مرتبے کی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کی دعا ضرور بالضرور قبول کروں گا۔ پھر فرماتے ہیں کہ لوٹ جاکہ میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا[1] کہ اگر تم اپنی حفاظت رکھو گے تو تم سے بدیوں کے بجائے نیکیاں ہی ہوا کریں گی ۔راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں[2]

مگر یہ فضیلتیں اس صورت میں ہیں کہ روزہ حقیقی روزہ ہو

علماء فرماتے ہیں کہ روزہ چھ چیزوں کا ہے:

(۱) آنکھ کا کہ بدنظری اور تاک جھانک سے بچے۔ (۲) کانوں کا کہ جھوٹ، غیبت اور گانے بجانے اور سننے سے بچائے ۔ (۳) زبان کا کہ جھوٹ ،غیبت ،گالیوں، فضول اور بیہودہ بکواس سے بچائے ۔ (۴) باقی بدن کا کہ ہاتھوں سے چوری اور ظلم نہ کرے اور پیروں سے چل کر کسی بُری اور گناہ کی جگہ نہ جائے ۔ (۵) حرام غذا کا کہ اس سے پرہیز کرے اور حلال بھی جہاں تک ہو کم کھائے تاکہ روزے کے انوار اور برکات حاصل ہوں ۔ (۶) پھر ڈرتا رہے کہ خدا جانے یہ روزہ قبول بھی ہوگا یا نہیں کہ شاید کوئی

---

[1] مشکوٰۃ از بیہقی عن انسؓ ۔۱۲۔

[2] یہاں تک کا تمام مضمون حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی حیٰوۃ المسلمین سے لیا گیا ہے اور درمیان میں ایک دو جگہ نصیحت کے لئے کچھ جملوں کا اضافہ بھی کیا گیا ہے ۱۲

غلطی ہوگئی ہو۔ مگر اس ڈر کے ساتھ کریم آقا کے کرم کے بھروسہ پر اُمید بھی رکھے۔ اور خاص بندوں کے لئے ان چھ کے ساتھ ایک ساتویں چیز اور ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا ہر چیز کی طرف سے دل کو ہٹا لے یہاں تک کہ افطاری کا سامان بھی نہ کرے۔

احیاء کی شرح میں بعض بزرگوں کا قصہ آیا ہے کہ اگر کہیں سے افطاری آجاتی تو اس کو خیرات کرڈالتے تاکہ دل اس میں مشغول نہ رہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ میں انسان کی ہر چیز پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ پس زبان کا روزہ جھوٹ اور غیبت سے بچنا ہے اور کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سننے سے پرہیز کرنا۔ اور آنکھ کا روزہ کھیل تماشہ سے بچنا ہے۔ اور نفس کا روزہ حرص اور خواہشوں سے اور دل کا روزہ دنیا کی محبت سے بچنا ہے۔ اور روح کا روزہ یہ ہے کہ آخرت کی لذتوں کی بھی خواہش نہ ہو۔ اور سِرّ خاص کا روزہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی چیز پر نظر نہ ہو۔ [1]

ایک بڑی بھول پر تنبیہ

واضح ہو کہ اگر ان فضیلتوں اور برکتوں کو سن کر روزے کو ضروری اور برکت کا باعث سمجھا جاتا ہے، تو نماز کا خیال اس سے کہیں بڑھ کر ہونا چاہئے کیونکہ وہ روزے اور زکوٰۃ اور حج سب سے افضل اور ان سب کی اصل ہے۔ اور یہ سب عبادتیں اس میں موجود ہیں۔

(۱) چنانچہ ذکر و تلاوت اور تسبیح اور کلمۂ شہادت تو زبانی عبادتوں کی اصل الاصول ہیں۔ (۲) اور اس میں حج کا نمونہ بھی ہے کہ پہلی تکبیر، احرام کے اور قبلہ کی طرف منہ کرنا طواف کے اور کھڑا ہونا عرفات میں ٹھہرنے کے اور رکوع اور سجدوں اور رکعتوں کے لئے اُٹھنا بیٹھنا۔ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کے قائم مقام ہے۔ (۳) نیز اس میں ہر چیز کا روزہ بھی پایا جاتا ہے کہ نظر کو دوست کے سوا غیر پر ڈالنے سے اور زبان کو

[1] فضائل رمضان لمولانا زکریا صاحب مدظلہم العالی ۱۲

ذکر وتلاوت کے سوا اور باتیں کرنے سے اور ہاتھوں کو لینے دینے سے اور پاؤں کو چلنے پھرنے سے اور دل کو خیالات کے میدان میں دوڑنے سے اور چیزوں میں غور وفکر کرنے سے روکتا ہے، حالانکہ روزے میں اتنی پابندیاں نہیں ہیں۔ (۴) اور اس میں زکوٰۃ بھی ہے کہ ستر چھپانے کے لئے کپڑا اور پاکی کے لئے برتن اور پانی خریدنے میں مال خرچ کرتا ہے۔ نیز اپنے وقت کو تمام ضروریات سے اللہ کے لئے فارغ کرتا ہے۔ جس طرح زکوٰۃ کے لئے مال کی ایک مقدار کو علیحدہ کرتا ہے۔ (۵) نیز اس میں ہر مخلوق کی عبادت بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ کھڑا ہونے میں درختوں کی اور ذکر وتلاوت میں اُڑنے والے خوش آواز جانوروں کی۔ اور رکوع میں چرنے والے جانوروں کی اور سجدے میں بے ہاتھ پاؤں کے جانوروں کی۔ اور بیٹھنے میں پتھروں اور پہاڑوں وغیرہ تمام چیزوں کی عبادت موجود ہے۔ (۶) اور حق تعالیٰ کی معرفت وذات میں استغراق کرّ وبیوں یعنی فرشتوں کی عبادت ہے۔ غرض نماز میں تمام مخلوقات کی عبادت موجود ہیں۔ اسی لئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل کونسا عمل ہے؟ تو آپ نے فرمایا اَلصَّلوٰۃُ لِوَقْتِہَا (نماز کا اس کے وقت پر پڑھنا) اور اسی لئے ارشاد ہوا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ اور نماز کوثر سے بھی مشابہت رکھتی ہے۔ اس لئے کوثر کے عطا کرنے کے شکریہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ادا کرنے کا حکم ہوا۔ کیونکہ (۱) نماز میں جو ہم کلامی ہوتی ہے وہ شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔ (۲) اور اس میں جو غیبی انوار نمازی کے دل کو منور کرتے ہیں وہ دودھ سے زیادہ سفید ہیں۔ (۳) اور اس میں جو یقین کو ترقی ہوتی ہے وہ برف سے زیادہ ٹھنڈی ہے۔ (۴) اور جو لطف وچین نماز میں نصیب ہوتا ہے وہ مکھن سے زیادہ نرم ہے (۵) اور جو سنت ومستحب چیزیں نماز کو گھیرے ہوئے ہیں اور باطنی زندگی کو سرسبز کرتی ہیں وہ زمرد کے درختوں کی طرح ہیں جو کوثر کے کناروں پر ہیں۔ (۶) اور ذکر وتسبیحات سونے چاندی کے گلاس ہیں جن سے محبت الٰہی کی شراب گھونٹ گھونٹ ہو کر باطن کو پہنچتی ہے اور روح کو سیراب کرتی ہے اور کوثر میں بھی یہی چھ صفتیں پائی جاتی ہیں (از فتح العزیز پارہ الم وعم

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نوراللہ مرقدہٗ) پس نماز کی قدر اور محبت روزے سے اور سب عبادتوں سے زیادہ ہونی چاہئے۔

(۷) اور بڑی قدر یہ ہے کہ اس کو نہایت عاجزی کے ساتھ باجماعت ادا کیا جائے۔ کیونکہ جماعت کے بغیر ادا کرنے کو اصول فقہ میں ناقص ادا بتایا ہے۔

(۸) مظاہر حق میں ہے جو نماز جماعت کے بغیر پڑھی جائے وہ ادا تو ہو جاتی ہے لیکن اس پر ثواب نہیں ملتا۔

(۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسجد کے قریب رہنے والوں کی نماز مسجد کے بغیر گویا ہوتی ہی نہیں۔

(۱۰) اور اس سے بڑھ کر کونسی تاکید ہوگی کہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت ترک کرنے والوں کے گھروں کو آگ لگا دینے کی خواہش ظاہر فرمائی۔

الٰہی! سب بھائیوں کو جماعت کا پابند بنا۔

تراویح کا بیان

یہ ایک تاکیدی اور ضروری سنت ہے

(۱) مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو تین رات تراویح پڑھائی۔ اور چوتھی رات نہیں پڑھائی، اور عذر فرمایا کہ کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اور پھر ادا نہ کرنے صورت میں زیادہ گنہگار ہو جاؤ۔ پھر صحابہؓ اپنے گھروں میں پڑھتے رہے۔

(۲) چاروں خلفاءؓ بھی پابندی کرتے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری سنت کو اور جو خلفائے راشدین میرے بعد ہوں گے، ان کی سنت کو مضبوط پکڑ لینا۔

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے غلام ذکوان کے،

(۴) ام سلمہ رضی اللہ عنہا حسن بصریؒ کی ماں کے پیچھے تراویح پڑھتی تھیں جو

ان کی باندی تھیں۔

(۵) اسی لئے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شہر کے سب لوگ تراویح چھوڑ دیں تو اسلامی حاکم کو ان کے ساتھ جہاد کرنا چاہئے۔

تراویح کے متعلق آٹھ بحثیں ہیں

(۱) وقت (۲) نیت (۳) رکعتوں کی تعداد (۴) جماعت کے ساتھ پڑھنا۔ (۵) قرات کی مقدار (۶) ہر ترویحہ یعنی چار رکعتوں کے بعد ٹھہرنا (۷) بیٹھ کر تراویح پڑھنا (۸) وتر جماعت سے پڑھنا۔

پہلی بحث

(۱) صحیح قول پر تراویح کا وقت عشاء کے فرضوں کے بعد سے شروع ہو کر صبح صادق تک رہتا ہے۔ اس عرصہ میں جس وقت چاہیں پڑھ لیں، وتروں سے پہلے خواہ بعد میں۔ لیکن پہلے پڑھنا بہتر ہے۔ جیسا کہ اور دنوں میں بھی بہتر یہی ہے کہ وتر رات کی نماز کے آخر میں پڑھے جائیں۔ (۲) تراویح بلا کراہت صبح صادق تک درست ہے اور بہتر یہ ہے اگر جماعت کے لوگ ہمت والے ہوں اور کاروباری نہ ہوں تو رات کا اکثر حصہ تراویح میں صرف کریں۔ (۳) بعض کہتے ہیں کہ آدھی رات کے بعد تراویح مکروہ ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ البتہ عشاء کے فرض آدھی رات کے بعد اگر مجبوری نہ ہو تو سب کے نزدیک مکروہ ہیں۔ (۴) اگر تراویح فرضوں سے پہلے پڑھ لیں تو درست نہ ہوگی۔ پس جو لوگ جلدی فارغ ہونے کی شوق میں عشاء کے فرض وقت سے پہلے پڑھ لیتے ہیں ان کے نہ تو فرض ہی ادا ہوتے ہیں نہ تراویح نہ وتر۔ اسی کو کہتے ہیں نیکی برباد گناہ لازم۔ دیکھو دنیا کی عدالتوں میں بھی اس شخص کو غیر حاضر ہی شمار کیا جاتا ہے جو مقررہ وقت سے پہلے حاضری دیکر چلا آئے۔ (۵) بخارا کے علماء کے نزدیک تراتح وتر سے پہلے ہی درست ہیں بعد میں نہیں۔ کیونکہ احادیث اور آثار سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تراویح وتر سے

پہلے ہی پڑھی جاتی تھیں، لیکن یہ قول صحیح نہیں۔(٦) اگر تراویح کا وقت ختم ہو جائے تو صحیح یہ ہے کہ نہ ان کی قضا جماعت کے ساتھ ضروری ہے نہ جماعت کے بغیر کیونکہ اگر ان کی قضا ہوتی تو فرضوں کی طرح جماعت کے ساتھ ہوتی اور یہ ثابت نہیں۔

نیز تراویح کی تاکید مغرب اور عشاء کی سنتوں سے زیادہ نہیں ہے اور ان کی قضا نہیں ہے۔ پس تراویح کی بھی قضا نہ ہونی چاہئے۔اور بعض کہتے ہیں کہ دوسرے دن کی تراویح کے وقت سے پہلے اور بعض کے قول پر رمضان گذرنے سے پہلے جب چاہے قضا کر لے۔مگر یہ مستحب ہے تاکیدی حکم نہیں ہے۔

دوسری بحث

(۱) اگر تراویح کی اور مؤکدہ سنتوں کی نیت اس طرح کی کہ میں نماز پڑھتا ہوں یا نفل پڑھتا ہوں تو بعض کے نزدیک تو ادا ہو جائیں گی اور بعض کے قول پر نہ ہو گی۔اس لئے احتیاط یہ ہے کہ تراویح کی نیت ان تین صورتوں میں سے کسی ایک طرح کرے (۱) میں تراویح (۲) یا وقتی سنتیں (۳) یا رمضان کی رات کے قیام کی نماز پڑھتا ہوں۔اور فجر و مغرب اور عشاء کی دو دو اور ظہر کی چھ، ان بارہ مؤکدہ سنتوں کی نیت اس طرح کرے کہ (۱) میں سنت پڑھتا ہوں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی والی نماز پڑھتا ہوں۔(۲) پھر چونکہ پوری نماز ایک ہی نماز ہے اس لئے پہلی دفعہ کی نیت کافی ہے ہر مرتبہ نیت کی ضرورت نہیں۔اور تراویح اور ان بارہ سنتوں کے سوا اور سنتوں اور نفلوں میں نفل کی یا نماز کی نیت کی، تو سب کے نزدیک درست ہے۔

تیسری بحث

رکعتوں کی تعداد میں۔(الف) صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔اور منقول ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں بھی بعض سلف گیارہ ہی رکعتیں پڑھتے تھے یعنی آٹھ تراویح تین وتر۔تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کی پیروی ہو جائے۔لیکن صحابہؓ اور

تابعین اوران کے بعدوالوں کا عمل اس وقت سے آج تک بیس ہی رکعتوں پر رہا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ پس ممکن ہے کہ گیارہ رکعتوں والی حدیث سے تہجد کی نماز مراد ہو۔ جیسا کہ رمضان اور غیر رمضان کے لفظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہمیشہ تو تہجد ہی پڑھی جاتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے آپ ﷺ نے کبھی گیارہ پڑھی ہوں اور کبھی وتر سمیت تیئیس پڑھی ہوں۔ اور صحابہ نے دوسری صورت کو لے لیا ہو۔ (ب) اور بیس رکعتوں کی تائید میں یہ روایتیں ہیں۔ (ا) بیہقی نے صحیح سند سے یہ روایت کیا ہے کہ عمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ کے زمانے میں لوگ بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ (نمبر۲) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اول بیس رکعتیں پھر تین وتر پڑھتے تھے۔ (نمبر۳) صحابہؓ وتابعین اور ان کے بعدوالوں کے عمل سے بیس ہی کی تائید ہوتی ہے۔ (نمبر۴) امام مالک وشافعی رحمہما اللہ اور اہل مدینہ کے قول پر چھتیس اور وتر سمیت انتالیس رکعتیں ہیں۔ اور مدینہ والوں نے جو سولہ رکعتیں زیادہ کی ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ اہل مکہ ہر چار رکعت کے بعد بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور دو رکعتیں طواف کی پڑھتے تھے۔ اور مدینہ والے اس فضیلت کو حاصل نہیں کر سکتے تھے اس لئے وہ ہر ترویحہ کے بعد چار نفلیں پڑھتے تھے مگر پانچویں ترویحہ کے بعد نہیں پڑھتے تھے۔ اور اس نماز کو ستہ عشریہ (سولہ رکعتوں والی نماز) کہتے تھے۔ (ج) اور وہ ان نفلوں کو بھی جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک نفلوں کی جماعت صحیح ہے۔ اور ہمارے امام صاحب کے نزدیک چونکہ نفلوں کی جماعت مکروہ ہے اس لئے اگر کوئی پڑھنا چاہے تو یہ نفلیں جماعت کے بغیر پڑھے۔ (د) شیخ قاسم مصری حنفی فرماتے ہیں کہ نفلوں کا جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اگر نفلوں کی جماعت مستحب ہوتی تو فرض نمازوں کی طرح افضل ہوتی۔ اور اگر افضل ہوتی تو تہجد والے اور رات کو جاگنے والے جمع ہو کر فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے۔ پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس بارے میں کوئی روایت نہیں آئی تو اس سے معلوم ہوگیا کہ نفلوں کی جماعت میں کوئی فضیلت نہیں۔

مسئلہ: اگر چہ ہمارے نزدیک تراویح کی بیس رکعتیں ہیں، لیکن بیماروں اور مجبوروں کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ بیس کی بجائے آٹھ ہی پڑھ لیا کریں اور تراویح کی فضیلت سے محروم نہ رہا کریں۔

چوتھی بحث

(۱) تراویح کا مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت علی الکفایہ ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز جماعت سے پڑھانے کے بعد اس خوف سے جماعت کو ترک فرما دیا کہ کہیں تراویح فرض نہ ہو جائیں۔ تو صحابہؓ اپنے گھروں میں تراویح پڑھتے تھے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پورے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع زمانے میں عمل اسی پر رہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت قائم کرائی اور اس کے بعد سے یہی افضل قرار پایا۔ اور عثمانؓ و علیؓ بھی موجود تھے سب نے اس عمل کو پسند کیا۔ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ خدا عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو روشن کرے جیسا کہ انہوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کر دیا۔

(۲) شیخ قاسم حنفی فرماتے ہیں کہ تراویح کا جماعت سے پڑھنا سنت علی الکفا یہ ہے۔ پس اگر مسجد والے سب کے سب جماعت چھوڑ دیں تو سب سنت کے تارک اور ملامت کے مستحق ہوں گے اور اگر مسجد میں جماعت ادا کی جائے اور بعض لوگ اپنے گھر جا کر پڑھ لیں تو وہ ملامت کے مستحق نہ ہوں گے بلکہ فضیلت کے تارک ہوں گے۔ اور اگر گھر میں تراویح کو جماعت کے ساتھ ادا کریں تو صحیح یہ ہے کہ ان کو جماعت کی فضیلت مل جائے گی لیکن مسجد کی فضیلت نہیں ملے گی۔

(۳) امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی گھر میں سنت قراءت کی اور دوسری سنتوں کی رعایت کے ساتھ جماعت کر سکے تو وہ گھر میں پڑھ لے ہاں اگر وہ بڑا فقیہ ہو کہ لوگ اس کی اقتداء کرتے ہوں اور اس کے مسجد میں آنے سے مجمع کی تعداد بھی بڑھ جاتی ہو تو اس کے لئے مسجد کی جماعت ترک کرنا مناسب نہیں۔

(۴) اور بعض کہتے ہیں کہ باقی سنتوں کی طرح تراویح کا بھی گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔ کیونکہ یہ ریا سے دورتر اور خلوص سے قریب تر ہے۔ اور صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرض نماز کے سوا آدمی کی گھر والی نماز سب سے افضل ہے۔

لیکن شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں گھر میں افضل ہونا ان نمازوں میں ہے جن کے بارے میں جماعت وارد نہیں ہوئی اور تراویح کے لئے جماعت ثابت ہو چکی ہے (پس ان کے گھر میں افضل ہونے کے کوئی معنی نہیں) نتیجہ یہ کہ زیادہ ثواب اسی میں ہے کہ تراویح کو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے۔

مسائل

(۱) اگر پوری جماعت نے عشاء کے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو تراویح اور وتر کا جماعت سے ادا کرنا درست نہیں۔ ہاں اگر کچھ لوگوں نے فرض جماعت سے ادا کئے ہوں اور کچھ لوگوں نے جماعت کے بغیر پڑھے ہوں تو ان کے ساتھ شامل ہو کر یہ لوگ بھی تراویح اور وتر پڑھ سکتے ہیں۔

(۲) اگر تراویح کی جماعت ہو رہی ہو اور کوئی شخص آئے تو اس کو چاہئے کہ پہلے فرض کے بغیر ادا کرے پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہو جائے۔ اور رہی ہوئی تراویح کو وتر کے بعد ادا کرے۔

(۳) اگر فرض، تراویح، وتر سب ادا کرنے کے بعد پتہ چلے کہ عشاء کے فرض صحیح نہیں ہوئے تھے تو اب فرضوں کے ساتھ تراویح اور وتر کو بھی لوٹائے۔

(۴) صحیح یہ ہے کہ تراویح میں سورہ اخلاص کا تین مرتبہ پڑھنا (جیسا کہ دستور ہے) مکروہ ہے۔ عالمگیری

رمضان المبارک میں یہ دعا تراویح پڑھنا چاہئے۔

دعائے تراویح

یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَ الْاَبْصَارِ وَیَا خَالِقَ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا كَرِیْمُ یَاسَتَّارُ یَا حَلِیْمُ یَا وَهَّابُ یَا رَحِیْمُ یَا تَوَّابُ۔

ترجمہ: اے دلوں اور آنکھوں کے پلٹنے والے، اور اے رات اور دن کے پیدا کرنے والے اپنی معرفت (پہچان) کے نور سے ہمارے دلوں کو روشن کردے اے عزت وغلبہ والے اے سب سے بڑھ کر گناہوں کے بخشنے والے، اے بڑی بزرگی والے، اے سب سے بڑھ کر عیبوں کے چھپانے والے، اے بڑے تحمل وسمائی والے، اے بہت دینے والے، اے بہت رحم کرنے والے، اے کثرت سے توبہ قبول کرنے والے۔

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ (تین مرتبہ پڑھیں)

ہم پاکی بیان کرتے ہیں اس بادشاہ کی جو مقدس اور تمام عیبوں سے بری ہے۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ، سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَیْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْجَلَالِ وَالْجَمَالِ وَالْكَمَالِ وَالْبَقَآءِ وَالثَّنَآءِ وَالضِّیَآءِ وَالْاٰلَاءِ وَالنَّعْمَآءِ وَالْكِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَ لَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ ۔ (تین مرتبہ)

ہم پاکی بیان کرتے ہیں ملک اور حکومت والے کی، ہم پاکی بیان کرتے ہیں عزت اور عظمت اور دبدبہ اور طاقت اور بزرگی اور حسن اور کمال اور بقاء اور تعریف اور روشنی اور نعمتوں اور بڑائی

اور بہت غلبہ والے کی۔ ہم پاکی بیان کرتے ہیں اس بادشاہ کی جو ہمیشہ زندہ ہے جسے نیند آتی ہے نہ موت وہ بہت پاک ہے عیبوں سے بالکل بری ہے۔

رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِکَةِ وَالرُّوْحِ اَللّٰهُمَّ اَجِرْ نَا مِنَ النَّارِ (ایک مرتبہ)

ہمارا بھی رب ہے، اور فرشتوں اور روح القدوس جبرئیل کا بھی رب ہے۔اے اللہ ہمیں آگ سے پناہ دے۔

یَا مُجِیْرُ (سات مرتبہ)

اے پناہ دینے والے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَعُوْ ذُ بِكَ مِنَ النَّارِ۔

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہم آپ سے جنت مانگتے ہیں اور آپ سے گناہوں کی بخشش کی دعا کرتے ہیں اور آگ سے آپ کی پناہ میں آتے ہیں۔

پانچویں بحث

(۵) قراءت کی مقدار میں، اس میں اختلاف ہے (۱) بعض کے قول پر ہر رکعت میں مغرب کی رکعتوں کے اور بعض کے نزدیک عشاء کی رکعتوں کے برابر قراءت پڑھے کیونکہ ان کا درجہ فرض سے کم ہے اس لئے ان میں قراءت فرضوں سے زیادہ نہ ہونی چاہئے (۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حسن کی روایت یہ ہے کہ ہر رکعت میں دس آیتیں اور ان کے مانند پڑھے کیونکہ اس سے ایک مرتبہ (قرآن) ختم ہوتا ہے۔اس بناء پر کہ تراویح کی تیس دن کی چھ سو رکعتیں ہیں اور قرآن مجید کی چھ ہزار دو سو چھتیس آیتیں ہیں پس چھ سو رکعتوں میں فی رکعت دس آیتیں پڑھی جائیں تو کل چھ ہزار ہو جاتی ہیں۔(۳) بعض کہتے ہیں ہر رکعت میں بیس سے لیکر تیس تک پڑھے، کیونکہ روایت ہے

کہ عمر رضی اللہ عنہ نے تین امام بلائے اور ان میں سے ایک کو ہر رکعت میں تیس آیتیں اور دوسرے کو پچیس آیتیں اور تیسرے کو بیس پڑھنے کو فرمایا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد فضیلت کی بناء پر اور امام صاحب کا سنت کی بناء پر۔ کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ رمضان میں ایک ختم سنت ہے اور دو میں فضیلت اور تین میں اور زیادہ فضیلت ہے اور امام صاحب کی مقدار پر ایک اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقدار دو یا تین ختم ہو جاتے ہیں۔ (۴) **بعض حضرات شب قدر کی فضیلت حاصل کرنے کی امید پر ستائیسویں شب** کو ختم کرنا بہتر جانتے ہیں کیونکہ اس رات ''لیلۃ القدر'' ہونے کے بارے میں بہت سی احادیث ایک دوسرے کی مؤید ہو کر آئی ہیں اور اسی لئے بخارا کے علماء نے قرآن مجید کو پانچ سو چالیس رکوع پر تقسیم کر کے مصاحف میں علامتیں لگا دیں تاکہ ختم ستائیسویں شب کو واقع ہو۔ کیونکہ بیس فی شب کے حساب سے ستائیس راتوں کی ۵۴۰ ہی رکعتیں ہوتی ہیں (۵) متقدمین میں سے بعض مشائخ کہتے ہیں کہ ہر رکعت میں تیس تیس آیتیں پڑھنی چاہئیں تاکہ ہر عشرہ میں ایک ایک ختم ہو جائے کیونکہ اس مہینے کا ہر عشرہ خاص خاص برکتیں رکھتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے اس مہینہ کا اول حصہ رحمت اور دوسرا مغفرت اور تیسرا دوزخ سے آزادی کا سبب ہے۔ (۶) امام ابو حنیفہؒ سے اور مواہب اللدنیہ میں امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ یہ دونوں حضرات رمضان کے مہینہ میں اکسٹھ قرآن ختم کرتے تھے۔ **ہر روز ایک رات میں اور ایک دن میں اور ایک تراویح میں پڑھتے تھے** جو پورے مہینہ میں ختم ہوتا تھا۔ غور کا مقام ہے کہ جماعت کی رونق اور مسجد کی آبادی کے باقی رکھنے کا کس قدر خیال تھا کہ پورا مہینہ تراویح میں امام صاحب ایک قرآن سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (۷) علماء کا ارشاد ہے کہ تراویح کے دس کے دس سلاموں میں قراءت کا برابر ہونا افضل ہے یعنی جتنی قراءت پہلی دو رکعتوں میں پڑھیں آئندہ کی دو دو رکعتوں میں بھی اتنی اتنی پڑھتے چلے جائیں۔ اور ایک سلام کا حکم یہ ہے کہ دوسری رکعت میں بالاتفاق پہلی سے زیادہ قراءت نہ ہو۔ اور دوسری نمازوں کا بھی یہی حکم ہے سنت ہو خواہ وتر، خواہ نفل۔ اور پہلی میں دوسری سے زیادہ قراءت کرنے میں حرج

نہیں۔رہی بہتری سوامام صاحبؒ اورامام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو اولیٰ یہی ہے کہ دونوں رکعتیں برابر ہوں۔اور امام محمدؒ کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ پہلی میں دوسری سے زیادہ ہو جیسا کہ فرض نمازوں کا بھی ان کے نزدیک یہی حکم ہے(۸)اگر کوئی آیت یا سورت بیچ میں چھوڑکرآگے سے پڑھنے لگا ہوتو بہتر یہ ہے کہ جو حصہ چھوڑا تھا اس کو بھی پڑھے اور جو اس کے بعد پڑھ لیا تھا اس کو بھی لوٹائے تا کہ قراءت ترتیب وار باقی رہے۔اور اگر اُسی رہی ہوئی آیت یا سورت کولوٹا لیا تو یہ بھی کافی ہے۔(۹)اگر کوئی دوگانہ فاسد ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ اس کے ساتھ جتنی قراءت اس میں پڑھی ہے اس کو بھی لوٹائے تا کہ ختم صحیح نماز میں ہو جائے اور بعض کہتے ہیں کہ مقصود قراءت تھی اور اس میں کوئی فساد ہے نہیں اس لئے قراءت کے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔(۱۰)رہا تراویح میں امام کو بتلانا سو اس میں وہی اختلاف ہے جو نمازوں میں ہے۔اور فتویٰ اس پر ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔اور بعض کہتے ہیں چونکہ تراویح میں ضرورت پڑتی ہے اس لئے اس میں اختلاف نہیں۔(۱۱)علماء کا ارشاد ہے کہ یہ مناسب نہیں کہ صرف خوش آواز ہی کو امام بنائیں اور قراءت کی درستی کا خیال نہ کریں،بلکہ صحیح پڑھنے والے کو امام بنانا چاہئے۔کیونکہ جب امام اچھی آواز میں پڑھے گا تو لوگ اسکی لذت میں پھنس جائیں گے اور قرآن میں غور وفکر کرنے کا موقع نہ ملے گا۔(۱۲) اسی طرح اگر امام حروف بنا بنا کر پڑھتا ہو،تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ لوگ اس کی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں چلے جائیں۔کذا فی سنن الھدیٰ (۱۳) اگر فقیہ قاری ہو تو اس کو چاہئے کہ خود سنائے اور دوسرے کی اقتداء نہ کرے (۱۴) رکوع اور سجدوں کی تسبیحات کو تین سے کم نہ پڑھے کیونکہ یہ سنت کا ادنیٰ درجہ ہے۔پس تین سے کم سنت کے خلاف ہے اور ثناء اور درود کو ترک نہ کرے۔اور وَعَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ تک پڑھ لینا بھی کافی ہے ۔رہی دعائیں سو اگر مقتدیوں پر گراں نہ گزریں تو پڑھ لیا کریں ورنہ ترک کر دیں (۱۵) اگر آخری دوگانے کی پہلی رکعت میں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھے تو دوسری میں فاتحہ کے ساتھ بقرہ کا کچھ حصہ بھی پڑھ لے تا کہ اَلْحَال الْمرتحل والی حدیث پر عمل ہو جائے،یعنی ختم کے

ساتھ ہی شروع کرنے والا بن جائے جس کو حدیث میں افضل ترین عمل بتلایا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ دوسری میں بھی انہیں دونوں سورتوں کو لوٹا لے اور بقرہ میں سے کچھ بھی نہ پڑھے تاکہ نظم اور ترتیب کی رعایت رہے۔ (۱۶) مسنون یہ ہے اور اسی پر حرمین اور باقی ملک والوں کا بھی عمل ہے کہ وَالضُّحیٰ سے لے کر سب سورتوں کے آخر میں تکبیر پڑھے اور اس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ بہتر ہے لیکن نماز میں اس تکبیر کو آہستہ پڑھے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ تکبیر سورۃ کی آخری آیت کا جزو ہے اور اللہ اکبر کے بعد وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ بھی پڑھ لے تو اور بھی بہتر ہے اور فقط اللہ اکبر بھی کافی ہے اگر امام حافظ نہ ہو تو بعض کے نزدیک تو افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہ پڑھے۔ اور دوسرے بعض کے قول پر چھوٹی سورتوں میں سے ایک ایک سورت پڑھنا بہتر ہے تاکہ رکعتوں کی گنتی میں شبہ نہ پڑے۔ اور ان کے یاد کرنے میں لگ کر قرآن و آذکار میں غور و فکر کرنے سے محروم نہ رہے اور حرمین اور عرب کے ملک والوں کا عمل اس پر ہے کہ پہلی رکعت میں اَلَمْ تَرَ کَیْفَ اور دوسری رکعت میں قُل ھُوَ اللّٰہ اور تیسری میں سورۃ قریش اور چوتھی میں پھر قُل ھُوَ اللّٰہ پڑھتے ہیں اور باقی رکعتوں میں بھی اسی طرح کرتے چلے جاتے ہیں۔

یہاں تک کہ پندرہویں اور سولہویں دونوں میں قُلْ ھُوَ اللّٰہ سترہویں اور اٹھارہویں میں سورہ اخلاص اور فلق اور انیسویں اور بیسویں میں سورۃ اخلاص اور سورہ والناس پڑھتے ہیں۔

چھٹی بحث

دو ترویحوں کے درمیان ٹھہرنے میں۔

(۱) مستحب یہ ہے کہ ہر ترویحہ کے بعد یہاں تک کہ پانچویں کے بعد بھی اتنی دیر آرام لے جتنی دیر میں اس ترویحہ (چار رکعتوں) کو ادا کیا ہے۔

(۲) پھر اس عرصہ میں چاہے سُبْحَانَ اللّٰہ یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یا درود یا

قرآن یا نفلیں پڑھے یا وعظ سنا تا رہے اور چاہے چپ رہے، اور وہ دعا بہت بہتر ہے جو ترجمہ سمیت صفحہ ۱۵ پر لکھی ہے۔

(۳) اور یہ آرام لینا امام ابوحنیفہؒ سے اور دوسرے سلف سے بھی منقول ہے اور اہل حرمین کا عمل بھی اسی پر ہے۔ چنانچہ مکہ والے ہر ترویحہ کے بعد ایک طواف کرتے تھے۔ اور مدینہ والے چار نفلیں پڑھتے تھے اور مسلمانوں سب شہروں میں اسی پر عمل تھا۔

(۴) نیز تراویح کا لفظ راحت سے بنا ہے اور اس میں نام کے ساتھ بھی مطابقت ہو جاتی ہے۔

(۵) اگر آرام کو ترک کر دیا تو بعض کے قول پر کچھ حرج نہیں۔ اور بعض کے نزدیک مستحب کے خلاف ہے کیونکہ یہ مکہ اور مدینہ والوں کے عمل کے مطابق نہیں

(۶) شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ آج کل حفاظ کا دستور یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ قراءت پڑھتے ہیں اس لئے ترویحوں کے درمیان انتظار کرنے میں جماعت کو سخت دشواری پیش آئے گی بلکہ تمام رات گذر جائے گی اور اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ زیادہ پڑھنا بہتر نہیں ہے کیونکہ اس سے وہ مستحب عمل چھوٹ جاتا ہے جو سلف سے متواتر چلا آرہا ہے۔ پس قرائت میں اعتدال کی رعایت رہے۔

(۷) اگر اتنی دیر ٹھہر جائے کہ جس تھوڑی قراءت کے ساتھ چار رکعتیں پڑھ سکے اگر چہ اس ترویحہ کی قراءت کم ہو، تو انشاء اللہ یہ بھی کافی ہے اور حق تعالیٰ سے قبولیت کی اُمید ہے۔

ساتویں بحث

(۱) مجبوری کے بغیر تراویح کا بیٹھ کر پڑھنا جائز تو ہے لیکن سلف کے متواتر عمل کے مخالف ہونے کے سبب مستحب کے خلاف ہے اور فجر کی سنتوں کو مجبوری کے بغیر بیٹھ کر پڑھنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں جیسا کہ حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نصاً روایت کیا ہے کیونکہ ان سنتوں کی تاکید زیادہ آئی ہے اور تراویح کی اتنی تاکید نہیں آئی۔

(۲) اگر امام مجبوری سے یا بلا مجبوری بیٹھ کر تراویح پڑھائے اور مقتدی کھڑے ہو کر پڑھے تو یہ بھی بلا شک جائز ہے۔

(۳) رہا یہ کہ بہتر کیا ہے؟ سو امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک تو ان کا یہ عمل مستحب ہے کیونکہ ان کے لئے بیٹھ کر بھی جائز تھی مگر پھر بھی وہ کھڑے ہو کر پڑھ رہے ہیں تو مستحب ہونا ظاہر ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ صورت مستحب کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں امام بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر ہی پڑھیں، یہی بہتر ہے۔

(۴) مسئلہ:۔ یہ مکروہ ہے کہ مقتدی پہلے سے بیٹھا رہے پھر جب امام رکوع کرنے لگے تو اس وقت کھڑا ہو جائے۔ کیونکہ اس سے نماز میں سستی ظاہر ہوتی ہے اور منافقین کے ساتھ مشابہت ہے۔ سورۃ نساء کے اکیسویں رکوع میں ہے کہ منافقین جب نماز کے لئے اُٹھتے ہیں تو ہارے جی سے سستی کے ساتھ اٹھتے ہیں۔

(۵) اسی طرح نیند کے غلبہ کے وقت بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے بلکہ اس وقت سو جائے پھر جب بیدار ہو تب پڑھے۔ کیونکہ نیند کی حالت میں نماز پڑھنا غفلت اور نماز کی بے قدری کی دلیل ہے۔ اور غور و فکر کا بھی موقعہ نہیں مل سکتا۔

(۶) جو رکوع یا سجدہ یا قعدہ بالکل نیند کی حالت میں گزر جائے اس حصّہ کو دوبارہ ادا کرے ورنہ نماز نہ ہوگی کیونکہ نماز کے جو ارکان نیند کی حالت میں ادا ہوتے ہیں وہ بلا ارادہ ہوتے ہیں اس لئے وہ نہ ہونے کے برابر ہیں اور یہ صورت اکثر اور گرمی کی رات میں خصوصاً پیش آتی رہتی ہے مگر لوگ اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے۔

(۷) جو لوگ امام کے رکوع کرنے تک پھرتے رہتے ہیں یا باتیں کرتے رہتے ہیں پھر رکوع میں مل جاتے ہیں ان کا قرآن پورا نہیں ہوتا۔ اور باتیں کرنا اور بھی گناہ اور قرآن کی بے ادبی ہے. پس ایک آیت بھی چھوٹنے نہ پائے تب قرآن پورا ہوگا۔

آٹھویں بحث

(۱) اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وتر کی جماعت صرف رمضان میں افضل ہے اور دوسرے دنوں میں بھی جائز ہے مگر اس میں ہمیشگی نہ کریں۔ اور وتروں میں امام آواز

سے پڑھے اور جو اکیلا پڑھے اس کو اختیار ہے[1] اور تیسری رکعت میں مقتدی اور امام دونوں دعائے قنوت آہستہ پڑھیں اور جس کو یاد نہ ہو وہ تین مرتبہ رَبِّ اغْفِرْلِیْ یَا رَبِّیْ کہے۔

(۲) اگر کسی کی تمام یا بعض تراویح رہ گئی ہوں اور وتر کی جماعت ہونے لگے تو وہ بھی شریک ہو جائے تراویح بعد میں پڑھے۔

(۳) اگر مقتدی کی دعائے قنوت پوری ہونے سے پہلے امام رکوع کر دے تو یہ بھی رکوع میں چلا جائے کیونکہ دعائے قنوت کا نہ تو زمانہ مقرر ہے کہ اتنی دیر تک پڑھے اور نہ حد مقرر ہے کہ ختم کرنا ضروری ہو۔

(۴) جب تیسری رکعت میں امام کے ساتھ قنوت پڑھ لی ہو تو مقتدی اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں میں قنوت نہ پڑھے۔

(۵) اگر نمازیوں کو شک ہو جائے کہ رکعتیں اٹھارہ ہوئی ہیں یا بیس تو صحیح یہ ہے کہ جماعت کے بغیر دو رکعتیں اور پڑھ لے تا کہ تعداد بھی یقیناً پوری ہو جائے اور نفلوں کی جماعت بھی لازم نہ آئے جو مکروہ ہے کیونکہ شاید پہلے ہی بیس ہو چکی ہوں تو پھر یہ دو نفلیں ہوں گی۔

(۶) اگر دو امام تراویح پڑھائیں تو مستحب یہ ہے کہ امام کی تبدیلی دو رکعتوں پر نہ کریں بلکہ پورے ترویحہ یعنی چار رکعتوں پر کریں۔

(۷) وتروں کی دعائے قنوت تو امام کے ساتھ مقتدی بھی پڑھے لیکن فجر کی قنوت صرف امام پڑھے اور مقتدی نہ پڑھے۔

یہ آٹھوں بحثیں ما ثبت بالسنہ سے لی گئی ہے جو شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تصنیف ہے۔

تراویح کے متعلق چند غفلتوں پر تنبیہ

(۱) امام کے لئے مکروہ ہے کہ قراءت کو سنت کی ادنی حد سے زیادہ طول دے

---

[1] چاہے آہستہ پڑھے چاہے آواز سے اور رات کی تمام نفلوں کا یہی حکم ہے ۱۲

اور اذکار و تسبیحات کو حد سے زیادہ دراز کرے کیونکہ اس سے لوگ اُکتا جائیں گے اور جماعت کی رونق کم ہو جائے گی لیکن اس قدر رعایت کرنا بھی مناسب نہیں کہ قراءت و تسبیحات کو سنت کی ادنی مقدار سے بھی کم کردے پس رکوع وسجود کی تسبیحات کم از کم تین مرتبہ ضرور پڑھے کیونکہ اس سے کم کرنے میں سنت کا ثواب نصیب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث میں تین مرتبہ کو یہ فرمایا ہے کہ یہ کم سے کم مقدار ہے اور التحیات اور درود بھی ضرور پڑھے زیادہ نہیں تو وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّد تک ہی سہی۔ البتہ دعا کو چھوڑ دے تو کچھ حرج نہیں۔

(۲) امام اتنی جلدی بھی نہ کرے کہ مقتدیوں کو تین تسبیحات اور التحیات اور درود کا پڑھنا بھی دشوار ہو جائے۔ اسی طرح اگر کوئی رکوع یا سجدے میں آخر تک سوتا رہے تو اس رکن کا لوٹانا بھی ضروری ہوگا۔

(۳) جماعت کی رونق باقی رکھنے ہی کے لئے بعض کے قول پر تو ہر رکعت میں اتنا پڑھے جتنا مغرب کے فرضوں میں پڑھتے ہیں یعنی لَمْ یَکُنِ سے سورہ النّاس تک کی سورتوں کے برابر پڑھے کیونکہ نفل فرضوں سے ہلکے ہیں پس سب سے ہلکے فرض یعنی مغرب کے برابر رہنے چاہئیں لیکن چونکہ پورا قرآن ختم کرنا بھی سنت ہے اور اتنی مقدار سے ختم نہیں ہوتا اس لئے یہ قول صحیح نہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ جماعت کی رغبت ونفرت کا لحاظ رکھ کر اتنی مقدار پڑھے جس سے ان کو نفرت نہ ہو کیونکہ قراءت کی مقدار بڑھانے سے جماعت کو ترقی دینا افضل ہے۔ اور اسی خیال سے امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ تراویح میں پورے مہینہ میں صرف ایک اور اپنی تلاوت میں ساٹھ قرآن مجید پڑھتے تھے جیسا کہ اوپر پانچویں بحث میں گزرا ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ ''اپنے زمانے کے لوگوں کے حال پر نظر نہ رکھنے والا جاہل ہے''۔ آجکل لوگوں کی طبیعتیں دین سے سمٹی ہوئی ہیں اور نہایت دشواری سے طاعت کی طرف آتی ہیں یہ اگر سیدھی راہ دیکھتے ہیں تو اسے اختیار نہیں کرتے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھتے ہیں تو اسے اختیار کر لیتے ہیں۔'' (اعراف: ع ۱۷) ان لوگوں نے تراویح کو عادت بنا رکھا ہے نہ کہ

عبادت، جس سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کریں، اور جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح میں قراءت وغیرہ کی شرط کی ہے، اسی طرح ادا کریں۔ اسی لئے ایسے اماموں کے پیچھے نماز پڑھ کر خوش ہوتے ہیں جو رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ پورے طور پر ادا نہیں کرتے اور عقائد اور اعمال اور صورت ولباس بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق نہیں رکھتے اور قرآن مجید کو خدائے تعالیٰ کے حکم کے موافق صاف صاف نہیں پڑھتے بلکہ بعض تو حرکات وحروف چھوڑ کر بالکل غلط پڑھتے ہیں اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ غلط پڑھنا بالاتفاق حرام ہے۔ اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ پوری طرح رکوع وسجدہ کرنے والے اور صحیح قرآن پڑھنے والے امام پر اعتراض کرتے ہیں، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے پرہیزگار امام کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہاں یہ قدرومنزلت ہے اور یہاں ایسی بے قدری۔ ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا؟

(۴) جو شخص قومہ اور جلسہ اور اطمینان جس کی مقدار ایک تسبیح کے برابر ہے ان تینوں کو چھوڑ کر تراویح ادا کرے گا وہ یقیناً گنہگار ہوگا اور جہنم کے عذاب کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ یہ تینوں ابو یوسف اور شافعی رحمہما اللہ کے یہاں تو فرض ہیں اس لئے ان کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہیں اور امام ابو حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک روایت پر تو واجب ہے یہاں تک کہ ان کے چھوڑنے سے نماز دہرانی پڑتی ہے اور دوسری روایت پر سنت ہے کہ ان کا ترک کرنے والا ملامت کا مستحق ہو کر ان لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے جن کا ذکر آیت اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ (کہف: ع۱۲) میں آیا ہے یعنی ان لوگوں کی کوشش دنیا میں اکارت ہوگئی اور وہ اس پر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ نیز یہ ان میں سے ہوں گے جن کا ذکر وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا (زمر: ع۵) میں ہے کہ ان کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے وہ بات پیش آئی جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور یہ کھلا ٹوٹا اور بہت بڑا نقصان ہے۔ الٰہی! ہمیں ان لوگوں میں نہ بنا!

(۵) یہاں ایک نکتہ بھی بیان کیا جاتا ہے تا کہ جو لوگ انصاف والے ہیں اور حق کی تلاش میں رہتے ہیں وہ نصیحت حاصل کر سکیں۔ اور وہ نکتہ یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور رکعت میں ایک قومہ (یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا) اور ایک جلسہ (یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا) ہے اور دونوں میں اطمینان (ایک تسبیح کے برابر ٹھہرنا) ضروری ہے۔ اور ان میں سے ایک اطمینان کا چھوڑ دینا بھی گناہ ہے۔ پس ایک ایک کا اطمینان چھوڑ دینے سے بیس رکعتوں میں بیس گناہ ہو جائیں گے۔ اور دونوں کا اطمینان چھوڑ دیا تو چالیس گناہ ہو جائیں گے۔ اور اگر خود قومہ اور جلسہ چھوڑ دیا جیسا کہ بہت سے جلد باز ایسا بھی کرتے ہیں تو کل اسی (۸۰) گناہ ہو جائیں گے۔ اور گناہ کو ظاہر کرنا اور سب کے سامنے کرنا یہ بھی مستقل گناہ ہے۔ پس یہ اسی ۸۰ گناہ اور ان کا اظہار کہ وہ بھی اسی ۸۰ ہیں مل کر ایک سو ساٹھ (۱۶۰) ہو جائیں گے اور اس حالت میں ان بیس رکعتوں کا لوٹانا بھی واجب ہے پس اگر نہ لوٹایا تو یہ بیس گناہ شامل ہو کر ایک سو اسی (۱۸۰) ہو جائیں گے اور جو ان تینوں کو ترک کرتا ہے وہ انتقال کی تکبیرات کو بھی بے موقع پڑھتا ہے پس سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ کو سجدہ میں جاتے ہوئے اور تکبیر کو سجدہ کے اندر ادا کرتا ہے۔ حالانکہ اول کا رکوع سے سیدھا ہوتے ہوئے اور ثانی کا سجدے کی طرف جھکتے ہوئے پڑھنا سنت ہے اور اسی طرح سجدے سے اٹھنے کی تکبیر کو دوسرے سجدے میں جاتے ہوئے اور اس سجدے کی تکبیر کو سجدے میں جانے کے بعد ادا کرتا ہے۔ حالانکہ پہلی تکبیر کو سجدے سے سر اٹھاتے ہوئے اور دوسری کا سجدہ کرتے ہوئے ادا کرنا سنت ہے اور اس میں دو خرابیاں ہیں (۱) انتقالات کے اذکار کا موقع چھوڑ دینا ہے (۲) بے موقع ادا کرنا۔ پس ہر رکعت میں چار مکروہ ہوں گے جس سے چار سنتوں کا چھوڑنا لازم آتا ہے پس تمام رکعتوں میں اسی (۸۰) مکروہات ہوں گے اور ان سے اسی (۸۰) سنتوں کا ترک لازم آئے گا۔ اور چونکہ مکروہ کا ظاہر کرنا بھی مکروہ ہے اس لئے اظہار کا گناہ ان کے ساتھ مل کر کل مکروہات ایک سو ساٹھ (۱۶۰) ہو گئے اور ایک سو ساٹھ سنتیں ترک ہو گئیں آیا کوئی عاقل ایسے شخص کو سمجھدار کہے گا جو رمضان

کے مبارک مہینے کی راتوں میں صرف تراویح میں ایک سو اسی (۱۸۰) گناہ اور ایک سو ساٹھ مکروہ کام کرے اور ایک سو ساٹھ سنتیں چھوڑے کیونکہ ہر سنت کے چھوڑنے میں خاص عتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی ہے کیا کوئی عاقل اس بات کو پسند کر سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہے۔

بار الٰہا! ہمیں ایسے کم نصیب لوگوں میں شامل نہ کرنا۔

(از مجالس الابرار)

فرائض نماز

نماز کے تیرہ فرائض ہیں۔ جن میں سے سات باہر ہیں اور چھ اندر کے ہیں، (۱) بدن (۲) کپڑے (۳) اور جگہ تینوں کا پاک ہونا (۴) ستر چھپانا (مردوں کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک ہے اور عورت کے لئے منہ، ہتھلیوں اور پاؤں کے سوا سارا بدن ستر ہے جس کا نماز میں ڈھانکنا ضروری ہے (۵) وقت پر نماز پڑھنا نہ کہ پہلے (۶) قبلہ کی طرف منہ کرنا (۷) دل سے نیت کرنا (۸) تکبیر تحریمہ یعنی پہلی بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا (۹) قیام یعنی کھڑے ہونا (۱۰) قراءت یعنی قرآن پاک کی ایک آیت پڑھنا (۱۱) رکوع (۱۲) دو سجدے (۱۳) آخری قعدہ التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھنا۔

واجباتِ نماز

نماز کے چودہ واجبات ہیں: (۱) فاتحہ (۲) سورت یا بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھنا (۳) پہلے فاتحہ پھر سورت پڑھنا (۴) ایک آیت پڑھنا جو فرض ہے اس فرض کو پہلی دو رکعتوں میں ادا کرنا (۵) قراءت، رکوع، سجدوں اور رکعتوں کو ترتیب سے یعنی اپنی اپنی جگہ پر ادا کرنا اور آگے پیچھے نہ ادا کرنا (۶) قومہ، رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا (۷) جلسہ، دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا (۸) تعدیلِ ارکان

رکوع اور سجدوں کو اطمینان سے ادا کرنا اور کم از کم اتنی دیر لگانا جس میں جوڑ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر جائیں (۹) پہلے قعدہ میں بیٹھنا (۱۰) دونوں قعدوں میں تشہد پڑھنا (۱۱) جہری نمازوں میں امام کا آواز سے پڑھنا، سرّی نمازوں میں امام اور منفرد کا آہستہ پڑھنا (۱۲) السلام کا لفظ کہہ کر نماز ختم کرنا (۱۳) وتروں میں قنوت کے لئے تکبیر کہنا اور دعائے قنوت پڑھنا (۱۴) دونوں عیدوں میں زائد تکبیریں کہنا جو چھ ہیں۔

سُنَنِ نماز

نماز کی اکیس سنتیں ہیں: (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ مردوں کے لئے کانوں تک، اور عورتوں کے لئے کندھوں تک اٹھانا (۲) دسوں انگلیوں کا ان کے حال پر کھلا ہوا اور قبلہ کی طرف رکھنا (۳) اس تکبیر کے وقت سر نہ جھکانا بلکہ سیدھا رکھنا (۴) امام تکبیر تحریمہ اور دوسری تمام تکبیروں کے وقت سر نہ جھکانا بلکہ سیدھا رکھنا (۵) دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر مردوں کا ناف کے نیچے اور عورتوں کا سینہ پر باندھنا (۶) ثنا (۷) تعوذ (۸) تسمیہ (۹) اور آمین پڑھنا (۱۰) ان چاروں کا آہستہ پڑھنا (۱۱) فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنا (۱۲) سنت کے موافق قراءت کرنا (یہ بارہ سنتیں رکوع سے پہلے پہلے ہیں) (۱۳) رکوع اور سجدوں میں تین بار تسبیح پڑھنا (۱۴) رکوع میں سر اور پیٹھ کا بالکل برابر رکھنا اور اونچا نیچا نہ کرنا، اور دونوں ہاتھوں کی کھلی انگلیوں سے گھٹنے پکڑ لینا (۱۵) قومہ میں امام کا صرف تسمیع اور مقتدی کا صرف تحمید اور منفرد کا دونوں چیزیں کہنا (۱۶) سجدے میں جاتے ہوئے پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھنا اور اٹھتے ہوئے اس کا بالکل اُلٹ کرنا (۱۷) جلسہ اور قعدہ اس طرح کرنا کہ بایاں پیر بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دائیں پیر کو اس طرح کھڑا کرے کہ اس کی انگلیاں قبلہ کی طرف رہیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے۔ (۱۸) تشہد میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ پر اشارہ کرنا جس کی صورت یہ ہے کہ آخری دونوں انگلیاں بند کرے، اور انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی

سے اشارہ کرے (۱۹) درود (۲۰) اور دعا پڑھنا (۲۱) پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیرنا۔

مستحبات نماز

نماز میں پانچ مستحبات ہیں: (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہتھیلیاں آستینوں سے نکال دینا (۲) رکوع اور سجدہ میں منفرد کو تین تسبیح کہنا (۳) نظر کا قیام میں سجدہ کی جگہ اور رکوع میں دونوں پاؤں کی پشت پر اور سجدہ میں ناک پر اور جلسہ اور قعدہ میں اپنی گود پر سلام کے وقت مونڈھوں پر رکھنا (۴) کھانسی روکنے کے لئے پوری کوشش کرنا (۵) جمائی میں منہ بند رکھنا اور اگر کھل جائے تو قیام میں دائیں ہاتھ کی اور باقی حالات میں بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ ڈھانک لینا۔

مفسدات نماز

وہ تیس (۳۰) مفسدات جن سے نمازیں ٹوٹ جاتی ہیں! (۱) کلام، بات (بھولے سے ہو یا جان کر نیز تھوڑا ہو یا بہت) (۲) سلام جب کہ زبان سے کرے (۳) سلام کا جواب دینا یا چھینکنے والے کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہنا یا اس کی دعا پر آمین کہنا جو نماز سے باہر ہو (۴) بری خبر پر اِنَّا لِلّٰہ اور خوشی کی خبر پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور تعجب کی بات پر سُبْحَانَ اللّٰہ کہنا (۵) درد یا رنج کی وجہ سے آہ اور اُف کہنا (۶) اپنے امام کے سوا کسی اور کو غلطی بتانا (۷) دیکھ کر قران مجید پڑھنا (۸) پڑھنے میں سخت غلطی کرنا، جس سے معنی فاسد ہو جائیں (۹) عمل کثیر (یعنی ایسا کام کرنا جس سے کوئی دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ نماز سے باہر ہے) (۱۰) کھانا اور پینا (جان کر یا بھول کر) (۱۱) دو صفوں کے برابر چلنا (۱۲) قبلہ کی طرف سے سینہ پھیر لینا جب کہ کوئی مجبوری نہ ہو (۱۳) ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا (۱۴) ستر کھل جانے کی حالت میں اتنی دیر ٹھہرے رہنا جس میں تین بار سُبْحَانَ اللّٰہ کہہ لے (۱۵) دعا میں ایسی چیز مانگنا جو آدمیوں سے

مانگی جاتی ہے (جیسے یا اللہ مجھے پانچ سو (۵۰۰) روپے دے دیجئے (۱۶) درد یا مصیبت کی بناء پر رونا جس میں حرف ظاہر ہو جائیں (۱۷) بالغ کا قہقہہ سے یا آواز سے ہنسنا (۱۸) امام سے آگے بڑھ جانا (۱۹) تیمّم والے کو پانی مل گیا (جب کہ وہ استعمال پر قادر بھی ہو) (۲۰) معذور کا عذر جاتا رہا (۲۱) تھوڑی حرکت سے دونوں موزے یا ان میں سے ایک موزے اُتار دیا۔ (۲۲) مسح کی مدّت پوری ہوگئی (۲۳) ننگے آدمی کو کپڑا مل گیا (۲۴) اشارے سے نماز پڑھنے والا رکوع اور سجدہ پر قادر ہوگیا (۲۵) فجر میں سورج نکل آیا (۲۶) جمعہ کی نماز میں عصر کا وقت ہوگیا (۲۷) ترتیب والے کو کوئی قضا یاد آگئی (۲۸) امام نے اُمّی اور اَن پڑھ کو نائب بنا دیا اگر چہ تیسری اور چوتھی رکعت میں ہو (۲۹) اُمّی کو سورت یاد ہوگئی (۳۰) زخم اچھا ہونے کے بعد اس کی پٹی کھل کر گرگئی جس پر مسح کر رکھا تھا۔

مکروہات نماز

وہ بتیس (۳۲) مکروہات جس سے نماز ٹوٹتی تو نہیں اور نہ سجدہ سہو آتا ہے، لیکن عیب دار ہو جاتی ہے (۱) ننگے سر نماز پڑھنا (لیکن اگر عاجزی کی نیت سے ہو تو مکروہ نہیں (۲) سر میں بالوں کو جمع کر کے ان کا چٹلا باندھ لینا (۳) آنکھیں بند کر لینا (لیکن اگر اس سے دل زیادہ لگتا ہو تو مکروہ نہیں) (۴) صرف نگاہ سے یا منہ پھر کر اِدھر اُدھر دیکھنا جبکہ سینہ نہ پھرے (۵) جان کر جمائی لینا اور منہ کا بند نہ کرنا (۶) منہ میں روپیہ، پیسہ یا کوئی اور ایسی چیز رکھ لینا جس سے قراءت میں رکاوٹ ہو۔ (پس ایسی چیز رکھی جس سے قراءت نہ کر سکے تو نماز فاسد ہو جائے گی) (۷) ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سلام کا جواب دینا (۸) کمر، کوکھ، کولہے پر ہاتھ رکھنا، (۹) ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں ڈالنا (۱۰) انگلیاں چٹخانا (۱۱) انگلیوں سے آیتیں، سورتیں، تسبیحات شمار کرنا، جبکہ زیادہ حرکت دے۔ (پس اگر تھوڑی دبا کر گن لے تو مکروہ نہیں) (۱۲) بار بار کنکریاں ہٹانا۔ (۱۳) کپڑوں کو مٹی سے بچانے کے لئے روکنا سمیٹنا

(۱۴) انگڑائی لینا (۱۵) سدل یعنی چادر کے دونو کنارے لٹکائے رکھنا یا آستینوں میں ہاتھ داخل کئے بغیر اچکن یا کرتے کا بدن پر ڈال لینا (۱۶) مرد کا ریشمی کپڑوں میں نماز پڑھنا (۱۷) چادر وغیرہ کا زور سے لپیٹ لینا جس سے رکوع وسجدہ میں دشواری پیش آئے (۱۸) ایسے خراب کپڑوں سے نماز پڑھنا جنہیں پہن کر دوستو اور رشتہ داروں میں جانے سے شرماتا ہو (۱۹) ایسے کپڑے پہننا جن میں جاندار کی تصویر ہو (۲۰) لمبی سورت پڑھنا جبکہ مقتدیوں کو تکلیف ہو (۲۱) ایسی سورت پڑھنا جس میں بھولنے کا اندیشہ بہت زیادہ ہو (۲۲) کتے کی طرح بیٹھنا جس کی صورت یہ ہے کہ رانیں کھڑی کر کے ان کو پیٹ سے اور گھٹنوں کو سینے۔ سے ملالے اور ہاتھ زمین پر رکھ لے (۲۳) آلتی پالتی مار کر بیٹھنا جب کہ کوئی عذر نہ ہو (۲۴) ایسی جگہ پڑھنا جس میں سامنے یا دائیں یا بائیں جانب میں یا اوپر جاندار کی تصویریں ہوں۔ پس اگر پیچھے ہوں تو کوئی مکروہ نہیں) (۲۵) ایسی جگہ پڑھنا جس میں نجاست کی بو آتی ہو (۲۶) صف میں جگہ ہوتے ہوئے اس کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو جانا (۲۷) امام کا ایک ہاتھ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا جب کہ وہ اکیلا ہو (پس اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں) (۲۸) ایسے آدمی کے سامنے پڑھنا جو اس کی طرف منہ کئے بیٹھا ہو (۲۹) امام کا محراب میں کھڑا ہونا جب کہ پاؤں بھی اس کے اندر ہی ہوں (۳۰) عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا (۳۱) مرد کا سجدہ میں کلائیاں بچھالینا (۳۲) بدن اور کپڑوں سے کھیلنا۔

تراویح میں بسم اللہ کو پکار کر پڑھا جائے یا آہستہ؟

اس بارے میں ہم علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں، مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب محدّث پانی پتی قدس سرہٗ بسم اللہ کے بارے میں فقہاء کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ تمام اقوال حق ہیں اور اختلافِ قراءت کے قبیل سے ہیں پھر خود ہی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ جب بسم اللہ کے ہر سورت کا جزو ہونے اور نہ ہونے میں قراء کا اختلاف ہے تو جو شخص تراویح میں بسم اللہ والوں کی قراءت

پڑھے اس پر واجب ہے کہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ کو آواز سے پڑھے ورنہ قرآن کے ختم میں ایک سو چودہ (۱۱۴) آیتوں کی کمی لازم آئے گی اور یہ جائز نہیں۔اور حنفیہ کے شہروں میں عمل اس کے برخلاف ہے اور معلوم نہیں کہ ترک اور غفلت کا سبب کیا ہے اور موصوف فیوض رحمانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ بسم اللہ کا مسئلہ اِجتہادی نہیں ہے کیونکہ منقول چیزوں میں اِجتہاد جائز نہیں لہذا ہم اجتہادی مسائل میں تو امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں کیونکہ وہ امام اور مجتہد مطلق تھے اور قراءت میں قرآن کے اماموں اور قراءت کے راویوں کے مقلد ہیں۔ کیونکہ ایک ایک حرف ایک ایک نقطے کو متواتر اور متصل سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں اور قراءت میں امام ابوحنیفہ بھی انہیں حضرات کے مقلد تھے اور اس مسئلہ میں اجتہاد کا احتمال قبول کرنے کے لائق نہیں پھر فرماتے ہیں کہ مبسملین اور تارکین دونوں کی دلیلیں صحیح احادیث ہے، یہاں اجتہاد کا کیا دخل ہے دونوں گروہ قرآن میں اجتہاد کو دخل نہیں دیتے ،اور اگر یہ مسئلہ اجتہادی ہے تو عاصم اور ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کی دلیل بیان کرو اگر اجتہاد سے مراد فرض وتحسین ہے تو مقبول نہیں۔اور اگر فقہی قیاس مراد ہے یہاں مقیس اور مقیس علیہ کیا ہے اور مشترک وصف کونسا ہے اور اس کے علت ہونے کی نص کیا ہے۔انتہیٰ

(۲) غیث النفع میں بسم اللہ کا کچھ اختلاف نقل کرنے کے بعد باب البسملہ میں کہتے ہیں کہ شافعیہ میں سے محققین کی رائے ہر بسم اللہ حکماً آیت ہے قطعا اور یقیناً نہیں اور ماوردی کہتے ہیں کہ جمہور کی بھی رائے یہی رائے ہے نووی کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ حکماً قرآن ہے قطعی طور پر نہیں ورنہ ہم اس کے منکر کو کافر کہتے۔اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔محلیؒ منہاج کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوگیا کہ بسم اللہ عملاً فاتحہ کا جزو ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فاتحہ کی ایک آیت شمار کیا ہے ابن خزیمہ اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے اور عمل کے لحاظ سے اس کے ثابت ہونے کے بارے میں ظن کافی ہے۔انتہیٰ

اور حکماً اور عملاً جزو ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص فاتحہ کے شروع میں بسم

اللہ نہ پڑھے اس کی نماز صحیح نہیں، اور یہ حکم بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ نماز وطواف کے حق میں حطیم حکماً بیت اللہ میں شامل ہے۔ اس لحاظ سے کہ اس کا کوئی حصہ چھوٹ جائے تو طواف کامل نہیں ہوتا، اور اس کے اندر نماز پڑھ لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ بیت اللہ کے اندر پڑھی ہو، اس اعتبار سے نہیں کہ وہ ہر جہت سے بیت اللہ میں داخل ہے کیونکہ یہ کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں ہوا، اور اگر ہم اس کے قائل ہو جائیں کہ بسم اللہ قطعاً قرآن کی آیت ہے جیسا کہ بہت سے حضرات کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے، تو پھر اس کا اختلاف بھی ان کلمات کے اختلاف کے قبیل سے ہوگا جن کو بعض قراء حذف کرتے ہیں، اور بعض ثابت رکھتے ہیں اور ہر قاری نے وہی قراءت پڑھی ہے جو اس کے نزدیک متواتر تھی، اور فقہاء بھی اس بارے میں قراء کے تابع ہیں، اور ہر علم کا مسئلہ اس کے جاننے والے ہی سے پوچھنا چاہئے، اور یہ مسئلہ بہت طویل ہے، ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ائمہ کی تقریر اور ان کی تحقیق کا خلاصہ ہے۔

(۳) ایک سائل کے جواب میں اس عبارت کے نقل کرنے کے بعد امداد الفتاویٰ میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں، اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ میرا قول بھی صحیح ہوسکتا ہے اور قاری صاحب کا بھی، اور دوسرا عمل یہ بھی غور کے قابل ہے کہ اگر قاری صاحب کے سب مقدمات تسلیم کر لئے جائیں تو تراویح کی کیا تخصیص ہے یہ مقدمات تو فرضی نمازوں کی قراءت میں بھی جاری ہیں تو کیا حنفیہؒ فرائض میں بھی بسم اللہ کے جہر کو واجب کہیں گے؟

(۴) پھر حضرت تھانویؒ ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں، بسم اللہ کے بارے میں ایک مسئلہ قراءت سے اور دوسرا فقہ سے تعلق رکھتا ہے عاصمؒ کا قول اول مسئلہ کی اور امام ابوحنیفہؒ کا قول دوسرے مسئلہ کی تحقیق ہے پہلے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ گو کہ بسم اللہ ہر سورۃ کا جز و نہ ہو لیکن اس کے باوجود بھی ہر سورت پر اس کا پڑھنا روایۃً منقول ہے، پس اگر کوئی شخص ہر سورت پر بسم اللہ نہ پڑھے گا تو اس کی قراءت اس روایت کے موافق نہ ہوگی اگر چہ کوئی جز و ترک بھی نہ ہوگا، جبکہ تمام قرآن میں کم از کم

ایک سورت پر بسم اللہ پڑھ لی ہو، اور دوسرے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ گو کہ روایۃً ہر سورت پر بسم اللہ منقول ہے لیکن ہر سورت کا جزو نہیں ہے بلکہ مطلق قرآن کا جزو ہے اگر کسی ایک جگہ بھی پڑھ لے تو قرآن کا ختم پورا ہو جائے گا، گو اس کی قراءت اس روایت کے موافق نہ ہو پس امام عاصمؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے قول میں ذرا بھی اختلاف وتعارض نہیں، کیونکہ دونوں میں نفی واثبات کی حیثیتیں جدا جدا ہیں، اور حیثیات کے بدلنے سے تعارض جاتا رہتا ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ ہر سورت پر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے اور اگر پڑھ لیں تو شبہ کی گنجائش ہی نہیں، اور امام صاحبؒ کے مذہب کے بھی خلاف نہیں کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہر سورت پر بسم اللہ کا پڑھنا واجب نہیں، یہ نہیں کہتے کہ اس کا پڑھنا ناجائز ہے، درمختار یا ردّمحتار میں ہر سورت پر بسم اللہ کو بہتر بتایا ہے، رہا ہر جگہ پکار کر پڑھنا سو بلاشبہ احناف کے خلاف ہے، امام عاصمؒ بھی جہر کو ضروری نہیں کہتے بلکہ بسم اللہ کو ضروری کہتے ہیں۔

(۵) ابن مجاہد کے شاگرد ابو طاہر بن ابی ہاشم کہتے ہیں میرے نزدیک دونوں قولوں میں یہ قول اولیٰ ہے کہ دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھی جائے اس میں مصاحف کے رسم الخط پر بھی عمل ہو جاتا ہے اور اس حدیث پر بھی جو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، چنانچہ فرماتی ہیں کہ جو مصحف میں ہو اس کو پڑھو، پھر ابن عمرؓ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ جب بسم اللہ پڑھی نہیں جاتی تو لکھی کس لئے گئی ہے پھر فرماتے ہیں کہ تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اگر کوئی بسم اللہ کو چھوڑ دے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ ایسا ہی ہوگا جیسے قرآن کی ان باقی آیات میں سے کسی آیت کو چھوڑ دیا ہو جو مصحف میں لکھی ہوئی ہے، اس لئے کہ بسم اللہ بلاتفریق اسی طرح لکھی ہوئی ہے جس طرح اس کے بعد کی آیات لکھی ہوئی ہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی ہے متعدد شہروں کے آئمہ قراءت یعنی مکہ اور مدینہ اور شام والوں اور عاصم اور کسائی کا دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ کو پکار کر پڑھنے پر اجماع ہے۔

(۶) ان سب اقوال کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ کو

آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور آہستہ بھی، لیکن چونکہ آواز سے پڑھنے کے بارے میں محققین کی رائے کے موافق کوئی مرفوع حدیث نہیں آئی، اس لئے آہستہ ہی پڑھنا اولیٰ اور اقویٰ ہے اور یہی اکثر علماء کی تحقیق ہے۔

سوال

جب مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب تراویح میں بسم اللہ کا آواز سے پڑھنا ضروری بتاتے ہیں تو چاہئے کہ فرض نمازوں میں بھی آواز سے پڑھنے کو واجب قرار دیں ؟

جواب

موصوف نے خود فیوض رحمانی میں تراویح اور فرائض میں یہ فرق بتایا ہے کہ تراویح میں تو مقصود یہ ہوتا ہے کہ قرآن پورا پڑھا جائے اور وہ اس پر موقوف ہے کہ جس روایت میں پڑھ رہے ہوں اس کا کوئی اختلاف بھی چھوٹنے نہ پائے، پس اگر بسم اللہ کو آواز سے نہ پڑھیں گے تو بسم اللہ والوں کی روایت پر ختم کامل نہ ہوگا اور فرائض میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ اتنا قرآن پڑھ لیا جائے جس سے نماز درست ہو جائے، وہاں قرآن کا پورا کرنا مقصود نہیں ہوتا، اس لئے فرماتے ہیں کہ ہم فرائض اور واجب نمازوں میں تو امام کے مقلد ہیں اور بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے ہیں اور تراویح میں بسم اللہ والے قاریوں کی تقلید کرتے ہیں اور بسم اللہ کو آواز سے پڑھتے ہیں اور چونکہ ہم اصول میں امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں اس لئے اس معمولی اختلاف کے باوجود بھی ہم انہیں کے مقلد رہیں گے، کیونکہ امام صاحبؒ نے کسی جگہ بھی یہ نہیں فرمایا کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا واجب ہے اور آواز سے پڑھنا ناجائز ہے اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ قرآن کا کوئی ختم ایسا نہ کیا جائے جو روایت کے بالکل موافق ہو، آخر صاحبین رحمہما اللہ بھی بہت سے مسائل میں امام صاحب سے اختلاف رکھتے ہیں، لیکن اس پر بھی وہ مقلد ہی سمجھے جاتے ہیں، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اصول میں امام صاحب کے موافق ہیں، یہ مفہوم ہے حضرت قاری صاحب کی تقریر کا اس کو مزید تفصیل کی غرض سے سپرد قلم کر دیا ہے۔

سوال

جب ہم روایت کے دیگر اختلافات کو ہر جگہ پڑھ کر ظاہر کرتے جاتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر یہ ظاہر نہ کریں کہ اس میں بھی قراء کا اختلاف ہے کہ بعض بسم اللہ کو نقل کرتے ہیں اور بعض نہیں کرتے؟

جواب

آہستہ پڑھنے میں چونکہ تھوڑی دیر ٹھہرنا پڑے گا اس لئے سننے والے سمجھ لیں گے کہ اس روایت میں بسم اللہ آئی ہے، اور احتیاطاً بتا بھی دیا جائے کہ اس روایت میں براءۃ کے سوا ہر دو سورتوں میں بسم اللہ بھی ہے، لیکن ہم امام صاحبؒ کے مذہب پر عمل کرنے کی غرض سے آہستہ پڑھتے ہیں۔

سوال

جب آہستہ پڑھیں گے تو سننے والوں کے قرآن میں ایک سو تیرہ آیتوں کی کمی رہے گی اس کا کیا علاج ہے؟

جواب

جس طرح جمعہ اور عیدین کے خطبے میں دور بیٹھنے والوں اور نہ سننے والوں کو بھی خطبہ کا ثواب ملتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ سے امید ہے کہ بسم اللہ کا ثواب بھی نہ سنے والوں کو عطا فرما دیں گے۔

مفید مشورہ

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اکثر علماء کی تحقیق پر تراویح میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھنا چاہئے اور آواز سے پڑھنا واجب بھی نہیں ہے، پس اگر کسی جگہ لوگوں کی ناواقفیت کے سبب آواز سے پڑھنے میں فتنہ اور جھگڑا پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو وہاں ضد نہ کریں اور آہستہ پڑھ لینے کو کافی سمجھیں، ورنہ آواز سے پڑھنے والے بھی اس جھگڑے کے شرعاً ذمہ دار ہوں گے۔

اعتکاف

یہ ٹھہرنے کے معنی میں ہے،(۱) یہ روزہ اور نیت کے ساتھ فقط اس مسجد میں صحیح ہے جس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو، ٹھہرنا تو رکن ہے، اور مسجد اور نیت اس کی شرطیں ہیں اور مسجد حرام میں سب سے بہتر ہے پھر مسجد نبوی میں پھر مسجد اقصیٰ میں پھر جس میں نمازی زیادہ ہوتے ہوں پھر محلے کی مسجد میں۔

(۲) عورت اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ اعتکاف کرے اور پہلے سے جگہ مقرر نہ ہو تو اب تجویز کرلے (۳) اعتکاف کی تین قسمیں ہیں (۱) واجب، جس کی بلا شرط یا شرط کے منت مانی ہو؛ (۲) سنت مؤکدہ علی الکفایہ، جو رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتا ہے اس کے لئے بیسویں تاریخ کو سورج چھپنے سے پہلے مسجد میں جائے اور چاند رات کا سورج چھپنے تک وہیں رہے واجب اور سنت دونوں میں روزہ رکھنا شرط ہے اور منت والے اعتکاف کے لئے رمضان کا روزہ بھی کافی ہو جائے گا نہ کہ نفلی روزہ اور کسی خاص رمضان میں اعتکاف کی منت مانی ہو تو اور دنوں میں ادا نہ ہوگی اور عام رمضان والی اور دنوں میں ادا ہو سکتی ہے (۳) نفلی، جو ان دونوں کے سوا ہو اس میں روزہ شرط نہیں، یہ ذرا سی دیر کے لئے بھی ہو سکتا ہے، اگر مسجد سے گذرتے ہوئے بھی نیت کرلی تب بھی ادا ہو جائے گا، اگر مسجد سے گذر کر کسی جگہ جانا ہو تو اعتکاف کی نیت کرلے تاکہ مسجد کو رہ گذر بنانے کا گناہ نہ ہو، پس جس وقت بھی مسجد میں جائے نیت کرلیا کرے کہ جب تک میں یہاں ہوں اعتکاف میں رہوں گا یہ مفت کی دولت ہے، اور رمضان کے ساتھ خاص نہیں۔

(۴) اعتکاف والا شرعی اور طبعی ضرورت اور سخت مجبوری کے سوا مسجد سے نہ نکلے۔

(الف) شرعی ضرورت جمعہ کی نماز اور احتلام کا غسل ہے، اور شرح اوراد میں ہے کہ ہر غسل کے لئے نکل سکتا ہے فرضی ہو خواہ نفلی، اور جمعہ کے لئے زوال کے بعد نکلے، اور جامع مسجد دور ہو تو اتنی دیر پہلے نکلے کہ جمعہ سنتوں سمیت مل جائے، اور نماز کے

بعد وہاں زیادہ ٹھہرنا مکروہ تنزیہی ہے مگر اعتکاف نہیں جائے گا، گو پورے دن بھر ٹھہرا رہے، اور اذان کی جگہ جا کر اذان بھی پڑھ سکتا ہے، یہ بھی ضرورت میں داخل ہے اس میں مؤذن اور غیر مؤذن برابر ہیں، مظاہر حق میں ہے کہ اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔

(ب) طبعی ضرورت پیشاب پاخانہ ہے، ان کے لئے اپنے مکان میں جا سکتا ہے خواہ وہ کتنی ہی دور ہو، اور خادم نہ ہو تو کھانا لانے کو بھی نکل سکتا ہے، اور جب شرعی یا طبعی ضرورت کے لئے نکلا ہو تو چلتے چلتے بیمار پرسی بھی کر سکتا ہے مگر نہ تو ٹھہرے اور نہ اس کی طرف بدن موڑے اسی طرح جنازے کی نماز بھی پڑھ سکتا ہے مگر یہ ضروری ہے کہ پڑھتے ہی لوٹ آئے، لیکن اگر بیمار پرسی اور جنازہ ہی کی نیت سے نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، ہاں اگر منت کے یا نیت کے وقت یہ بھی شرط کر لی ہو کہ میں بیمار پرسی اور جنازہ پڑھنے اور وعظ سننے کے لئے بھی جاؤں گا تو پھر فاسد نہ ہوگا۔ (کذا فی مظاہر حق)

(ج) مجبوری یہ ہے کہ مثلاً مسجد گرنے لگے یا کوئی ظالم جبراً نکال دے یا جان و مال اور بیوی بچوں کے ظالموں کے پنجے میں پھنسنے کا اندیشہ ہو، پہلی دو صورتوں میں یہاں سے نکل کر فوراً دوسری مسجد میں چلا جائے، لیکن شرط یہ ہے کہ مسجد سے نکلنے کے وقت یہی نیت ہو کہ دوسری مسجد میں چلا جاؤں گا، اور راستہ میں کسی اور کام میں مشغول نہ ہو، اگر نکلنے کے وقت یہ نیت ہو کہ مال اور جان اور بیوی بچوں کو ظالموں سے بچاؤں گا تو واجب فاسد ہو جائے گا اور سنت والا ختم ہو جائے گا۔

(۵) اگر شرعی اور طبعی ضرورت اور مجبوری کے بغیر ذرا سی دیر کے لئے بھول کر بھی مسجد سے نکلے گا تو منت والا فاسد اور سنت اور نفلی اعتکاف ختم ہو جائے گا اگر چہ ڈوبتے اور جلتے کو بچانے یا کسی کی شہادت دینے ہی کے لئے نکلا ہو، اور اگر ضرورت سے نکلا تھا پھر کسی نے قرض کی وصولی کے لئے کچھ دیر روک لیا تو اس سے بھی واجب فاسد ہو جائے گا اور سنت والا اور نفلی ختم ہو جائے گا۔

(۶) معتکف کے لئے مسجد میں کھانا پینا اور کسی برتن میں ہاتھ دھونا اور حجامت کرانا بشرطیکہ پانی اور بال مسجد میں نہ گریں اور وہاں سونا اور اپنی یا بیوی بچوں کی یا رشتہ

داروں کی حاجات کے لئے بیچنا اور خریدنا سب درست ہے مگر بکری کی چیز کا مسجد میں لانا مکروہ ہے بلکہ باہر سے سودا کرے اور تجارت کے لئے خرید وفروخت درست نہیں اور معتکف کے اوروں کے لئے ہر حال میں مسجد کے اندر بیع ناجائز ہے اور چپ رہنا مکروہ تحریمی ہے جب کہ اس کو ثواب سمجھے اور اسی طرح دینی اور کام کی باتوں کے سوا اور باتوں میں لگے رہنا بھی مکروہ ہے، فتح القدیر میں ہے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا نیکیوں کو اس طرح نابود کر دیتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو جلا دیتی ہے، پس اکثر اوقات ذکر وتسبیح اور دینی کتب کے مطالعہ میں مشغول رہے۔

(۷) صحبت اور چھیڑ چھاڑ دونوں حرام ہے، صحبت سے بلا انزال بھی اور چھیڑ چھاڑ سے انزال کے بعد اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

(۸) راتوں کی نیت کی ہو تو دنوں کا اعتکاف بھی لازم ہوگا اور لگاتار کرنا پڑے گا گو شرط نہ کیا ہو اور دنوں کے اعتکاف کی نیت کی ہو تو راتوں سمیت کرنا ضروری ہوگا، پس اگر ایک مہینہ کی منت مانی اور نیت فقط دنوں کی یا فقط راتوں ہی کی کر لی تو اس کا اعتبار نہ ہوگا جب تک صاف طور پر مستثنٰی نہ کر دے اور اگر نیت میں دنوں ہی کو خاص کیا ہو اس طرح پر کہ فقط دن دن کا کروں گا تو صحیح نہیں۔

(۹) اعتکاف قرآن وحدیث سے دونوں سے ثابت ہے اور اشرف ترین عمل ہے جب کہ اخلاص کے ساتھ ہو، اور اس کی بعض خوبیاں یہ ہیں کہ اس میں بندہ دل کو دنیا کی فکروں سے خالی کرتا ہے اور نفس، بدن، اور وقت کو مولیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کے گھر میں رہ کر اپنے لئے عبادت کو لازم قرار دیتا ہے، اور اسی لئے اس کو ہر وقت نماز کا ثواب ملتا ہے، اور اس کے قلعہ میں آکر شیطان اور دنیا کے جھگڑوں اور بہت سے گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور فرشتوں سے مشابہت پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ ہر وقت عبادت ہی میں رہتے ہیں۔

(۱۰) عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معتکف کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی بڑے بادشاہ کے دروازے پر حاجت لے کر جائے، پس معتکف گویا بزبان حال یہ کہتا ہے کہ

اے میرے اللہ! جب تک آپ مجھے بخشیں گے نہیں اُس وقت تک آپ کے دروازے سے نہیں ہٹوں گا۔

(۱۱) زہریؒ فرماتے ہیں تعجب ہے کہ ان لوگوں نے اعتکاف کو کیوں کر چھوڑ رکھا ہے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کاموں کو تو کبھی کرتے تھے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے اور اعتکاف کو تو وفات تک نہیں چھوڑا۔ (از مجالس الابرار)

روزے کے مسائل

صبح صادق سے سورج چھپنے تک روزے کی نیت کے ساتھ کھانے اور پینے اور صحبت سے رو کنے کا نام روزہ ہے، یہ ہر مسلمان عاقل اور بالغ پر فرض ہے۔

روزے کی چھ قسمیں ہیں:

(۱) فرض، یہ رمضان کا روزہ ہے ادا ہو یا قضا، اور کفارے کے روزے ہیں۔

(۲) واجب، یہ منت کا اور اس نفل کی قضا کا روزہ ہے جس کو توڑ دیا ہو۔

(۳) سنت، یہ محرم کی دسویں کا روزہ ہے نویں یا گیارہویں سمیت۔

(۴) مستحب، یہ ایام البیض (ہر مہینہ کی تیرہ (۱۳)، چودہ (۱۴)، پندرہ (۱۵)) کا اور پیر اور جمعرات کا اور ذی الحجہ کی نو (۹) اور شعبان کی پندرہ (۱۵) کا اور عید الفطر کے بعد اسی مہینہ کے چھ دن کا روزہ ہے لگا تار رکھے خواہ جدا جدا، اور داؤد علیہ السلام کا روزہ (ایک دن رکھنا ایک دن نہ رکھنا) یہ بھی مستحب ہے اور یہ حق تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے اسی طرح وہ روزے بھی مستحب ہیں جن کا ثواب شریعت میں اوروں سے زیادہ آیا ہو، جیسے ذی الحجہ کی پہلی سے آٹھ تک روزے۔

(۵) نفل، اور یہ مذکورہ بالا روزوں کے سوا اور دنوں کا روزہ ہے بشرطیکہ مکروہ نہ ہو۔

(۶) مکروہ، اس کی دو قسمیں ہیں۔ (الف) تنزیہی، یہ محرم کی دسویں کا اور جمعہ اور شنبہ کے دن کا اور نوروز اور مہرجان کا اکیلا روزہ، نوروز اور مہرجان ان دونوں

کا نام ہے جس میں آتش پرست لوگ عید کرتے ہیں نو روز فصلِ ربیع کے آخر میں ہوتا ہے، جب برج حمل میں ہوتا ہے۔ اور مہرجان خریف کے آخر میں ہوتا ہے، اس وقت سورج میزان میں داخل ہوتا ہے، ہاں اگر کسی کی عادت کے دن مثلاً پیر کے روز یہ دن آپڑیں تو اس کے لئے مکروہ نہیں، (ب) تحریمی یہ عید مہینے کی پہلی اور بقرعید کی دس سے تیرہ تک کے پانچ روزے ہیں اور اسی طرح وصال اور دہر کا روزہ بھی مکروہ ہے وصال یہ ہے کہ ایک روزہ رکھ کر شام کو افطار نہ کرے اور پھر صبح کو روزہ رکھ لے اور دہر یہ ہے کہ جن پانچ دنوں کا روزہ منع ہے ان کا بھی روزہ رکھ لے یعنی سال میں ایک دن بھی نہ چھوڑے۔

(۲) رمضان کی ادا کا اور جس منت میں دن مقرر ہو جیسے جمعہ اس کا اور نفلی روزہ ان تینوں میں رات سے لے کر زوال سے ایک گھنٹہ پہلے تک نیت کر سکتے ہیں اور زوال کا وقت دائمی جنتری سے معلوم ہو سکتا ہے، اور قضا اور کفارہ اور جس منت میں دن مقرر نہ ہو ان تینوں قسموں میں صبح صادق سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے، اور پہلے تین قسموں میں اتنی ہی نیت کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے اور باقی تین میں قسم کا مقرر کرنا بھی ضروری ہے کہ قضا کا یا کفارہ کا یا منت کا، اور رمضان میں جس روزے کی نیت سے بھی رکھے گا رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا۔

(۳) چاند نظر آنے یا شعبان کے تیس دن ہو جانے سے رمضان شروع ہو جاتا ہے۔

(۴) انتیس (۲۹) شعبان کو آسمان پر ابر یا غبار ہو اور چاند نظر نہ آئے تو تیس (۳۰) تاریخ کو شک کا دن کہتے ہیں اس دن کسی قسم کا روزہ رکھنا بھی جائز نہیں، البتہ نیت کے وقت (تقریباً گیارہ بجے) تک بغیر کھائے پیئے انتظار کریں کہ شاید کسی جگہ سے خبر آجائے۔

(۵) اگر کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا اور بے دین یا اکیلا ہونے کی وجہ سے قاضی نے اس کا اعتبار نہیں کیا تو اس کو روزہ رکھنا پڑے گا اور نہ رکھے گا تو اس کی قضا

آئے گی۔

(۶) آسمان پر ابر و غبار ہو تو رمضان کے لئے فقط ایک دیندار مرد کی یا عورت کی اور دونوں عیدوں کے لئے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے گی اور اگر ابر و غبار نہ ہو تو تینوں چاندوں کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہوگی۔

(۷) اگر ایک جگہ چاند ہو جائے تو ہر جگہ اس کا ماننا ضروری ہوگا جب کہ خبر شریعت کے موافق پہنچ جائے۔

(۸) اگر رمضان کے تیس روزے پورے ہو جائیں اور آسمان بھی صاف ہو لیکن عید کا چاند نظر نہ آئے تو اب دیکھیں گے کہ پہلا روزہ ابر و غبار کے سبب ایک آدمی کی شہادت پر رکھا گیا تھا یا دو کی شہادت پر، اگر ایک کی شہادت پر رکھا گیا تھا تب تو عید کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ اکتیسواں روزہ بھی رکھنا ضروری ہوگا اور اس گواہ کو غلط بیانی کی سزا دی جائے گی، اگر پہلا روزہ دو معتبر آدمیوں کی شہادت سے رکھا گیا تھا تو اس میں دو قول ہیں، ایک قول پر عید کرنا جائز ہے اور دوسرے پر نہیں، اور چونکہ آسمان صاف ہے اس لئے عید نہ کرنا ہی قوی ہے اور اگر آسمان پر ابر و غبار ہو تو اگلے روز بلا خلاف عید ہوگی، عام ہے کہ پہلا روزہ ایک شہادت پر رکھا گیا ہو خواہ دو شہادتوں پر۔

تار اور خط سے چاند کے ثابت ہونے اور نہ ہونے کا حکم

چاند کے بارے میں تار اور خط کی خبر کا اعتبار اس صورت میں ہوگا کہ ذیل کی چار شرطیں پائی جائیں، اول تار اور خط کا بھیجنے والا معتبر اور دیندار اور اپنی جان پہچان کا آدمی ہو، دوم اگر آسمان پر ابر یا غبار ہو تو رمضان کے لئے ایک خط یا ایک تار بھی کافی ہے اور عید یا بقرعید کے لئے دو یا تین خطوط کا یا اتنے ہی تاروں کا ہونا ضروری ہے اور اگر آسمان صاف ہو تو تینوں چاندوں بلکہ تمام چاندوں کے لئے آٹھ یا دس خط یا اتنے ہی تار ہوں، سوم ان تاروں اور خطوط کا مضمون ذیل کے الفاظ میں سے کسی ایک قسم کا ہو۔

(۱) میں نے خود چاند دیکھا ہے (۲) فلاں شخص نے چاند دیکھا اور دیکھ کر مجھ سے بیان کیا (۳) یہاں کے فلاں حاکم شرعی یا فلاں عالم مفتی نے چاند کی شہادت کو قبول کرلیا ہے اور فیصلہ کردیا ہے (۴) یہاں آج یا صبح کو عید ہے یا رمضان کا روزہ ہے۔

چہارم دل بھی گواہی دے کہ یہ خبر صحیح ہے، اور جس جگہ کوئی محقق عالم موجود ہو وہاں عام لوگوں کے دل کی گواہی کا اعتبار نہیں بلکہ عالم کے دل کی گواہی کا اعتبار ہے، پس عام لوگوں کو چاہئے کہ خطوط اور تاروں کو اس عالم کے روبرو پیش کردیں، پھر اس کے فتوے کے مطابق عمل کریں پس اگر یہ سب شرطیں پائی جائیں گی تو تار اور خط کی خبر پر عمل کرنا درست ہوگا ورنہ جائز نہ ہوگا۔ مثلاً (۱) تار دینے والے دیندار اور جان پہچان کے آدمی نہ ہوں (۲) یا عید وبقرہ عید کے چاند میں ابر ہو مگر ایک ہی خط یا ایک ہی تار آیا ہو دو یا تین نہ آئیں ہوں یا آسمان صاف ہو مگر خطوط اور تار آٹھ یا دس سے کم ہوں (۳) یا مضمون کے الفاظ مذکورہ بالا قسموں میں سے نہ ہوں بلکہ یہ الفاظ ہوں کہ چاند ہوا ہے یا فلاں شخص نے دیکھا ہے یا بہت سے آدمیوں نے دیکھا ہے (۴) یا سب شرطیں موجود ہوں مگر دل گواہی نہ دیتا ہو تو ان چاروں صورتوں میں تار اور خط پر عمل کرنا جائز نہیں۔ (بوادر النوادر بمفہومہ لا بالفاظہ وعبارتہ، از حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہ)

اگر حکومت کی طرف سے اس کا انتظام کردیا جائے کہ جن مقامات میں ریڈیو اسٹیشن ہے یا ٹیلیفون ہے وہاں معتبر آدمی چاند دیکھا کریں پھر اگر نظر آجائے تو آٹھ دس آدمی اعلان کردیا کریں کہ ہمارے فلاں فلاں نام ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو ایک جگہ کے چاند کی خبر تمام ملک کے لئے کافی ہوجایا کرے اور آئے دن جو تاریخ کے اختلافات کے جھگڑے ہوتے رہتے ہیں وہ بھی بالکل ختم ہوجائیں اور بہتر اور سلامتی کا طریق یہ ہے کہ اربابِ حکومت ریڈیو پر چاند کے اعلان کے انتظام کو معتبر اور محقق علماء کے سپرد فرمادیں۔

پہلی فصل

ذیل کی چھبیس (۲۶) چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا!

(۱) بھول کر کھالینا (۲) پی لینا (۳) جماع کرنا، جب کہ یاد آتے ہی تینوں چیزوں سے ہٹ جائے اور جماع میں یاد آنے کے بعد ٹھہرا تو قضا آئے گی اور اگر حرکت کی یا......... تو کفارہ بھی واجب ہوگا (۴) کسی عورت وغیرہ کی طرف دیکھنے (۵) یا دل میں اس کا خیال کرنے سے انزال ہوگیا، گو دیر تک تاکنے اور فکر کرنے سے ایسا ہوا ہو (۶) بدن یا سر پر تیل لگایا (۷) سرمہ لگایا چاہے اس کا اثر حلق میں بھی محسوس ہو (۸) پچھنے (سینگیاں) لگوائیں (۹) غیبت کی (۱۰) یا روزہ توڑ دینے کی نیت کی مگر اس پر عمل نہیں کیا (۱۱) دھواں (۱۲) مکھی (۱۳) دوائیوں کا اثر (۱۴) غبار گو چکی کا ہو، یہ چاروں چیزیں حلق میں خود سے پہنچ گئیں (۱۵) سوتے میں غسل کی حاجت ہوگئی گو وہ دن بھر اسی حالت میں رہا ہو (۱۶) مرد نے پیشاب گاہ میں پانی (۱۷) یا تیل ڈالا (۱۸) نہر وغیرہ میں غوطہ لگایا اور کان میں پانی پہنچ گیا (۱۹) تنکے سے کان کریدا اور اس میں میل لگ گیا پھر اسی حالت میں اسی کو کئی بار داخل کرتا رہا (۲۰) ناک میں سنک آیا اور اوپر چڑھالیا یا نگل گیا (۲۱) خود بخود قے ہوئی اور خود ہی لوٹ گئی اگرچہ منہ بھر کر ہو (۲۲) جان کر قے کی لیکن منہ بھر کر نہیں ہوئی (۲۳) یا دانتوں کے اندر اٹکی ہوئی چیز نگل لی اور وہ چنے سے کم تھی (۲۴) تل کے مانند چھوٹی سی چیز منہ میں ڈال کر چبائی اور بالکل لاپتہ ہوگئی اور حلق میں اس کا مزہ بھی نہیں پایا (۲۵) بوسہ لیا جب کہ انزال نہ ہوا ہو (۲۶) روٹی کا ٹکڑا ڈورے میں بندھا ہوا تھا اور اس کو حلق میں داخل کرلیا یا لکڑی داخل کی اور لکڑی اور ڈورے کا سرا ہاتھ میں پکڑے رہا یا خشک انگلی پچھلی راہ میں اور عورت کے خاص مقام میں داخل کی (پس اگر ڈورا ٹوٹ جائے یا لکڑی کا سرا چھوٹ کر غائب ہوگیا یا تر ہونے کے بعد انگلی کو پھر داخل کیا تو ان صورتوں میں قضا آئے گی۔)

فائدہ: اگر کسی کمزور اور ضعیف آدمی کو بھول کر کھاتے پیتے دیکھے تو بہتر یہ ہے کہ اس کو روزہ یاد نہ دلائے اور اگر قوی ہے تو یاد دلادے اور اس صورت میں یاد نہ دلانا مکروہ ہے، اور بلغم کا تھوک دینا مناسب ہے، تاکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب پر روزہ

فاسد نہ ہوا اگر چہ ہمارے مذہب پر فاسد نہیں ہوتا۔

دوسری فصل

ذیل کی ساٹھ چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضا آتی ہے کفارہ نہیں آتا ہے (۱) کچے چاول (۲) گوندھا ہوآٹا (۳) بے گوندھا آٹا (اور ستو میں قضا و کفارہ دونوں آئیں گے) (۴) ایک دم بہت سا نمک (۵) ارمنی مٹی کے سوا کسی اور ایسی مٹی کا گارہ جس کے کھانے کی عادت نہ ہو (۶) گٹھلی (۷) روئی (۸) کاغذ (۹) کچی بہی (یہ ایک پھل ہے) (۱۰) تازہ اخروٹ، ان دس میں سے کوئی چیز کھالی اور جو پھل کچے نہیں کھائے جاتے ان کو نمک لگائے بغیر کچا کھالینا بھی اسی میں داخل ہے (۱۱) کنکری (۱۲) لوہا (۱۳) مٹی (۱۴) پتھر وغیرہ ایسی کوئی چیز نگل لی جو نہ دوا میں کام آتی ہے اور نہ غذا میں (۱۵) صحیح تر مذہب کی بنا پر حقنہ (پچکاری لگوائی) (۱۶) یا ناک میں دوا ڈالی گئی (۱۷) یا پہلے حلق میں کوئی چیز جبراً ڈالی گئی پھر دوا داخل کی (۱۸) صحیح تر قول کے مطابق کان میں تیل، (۱۹) یا پانی کا قطرہ ڈالا لیکن صحیح یہ ہے کہ کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور پانی ڈالنے سے نہیں ٹوٹتا، اور قاضی خان اور فتح القدیر میں ہے کہ پانی ڈالنے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے (۲۰) کسی دوا سے پیٹ یا دماغ کے زخم کا علاج کیا اور دوا پیٹ یا دماغ کے اندر پہنچ گئی (۲۱) صحیح قول کے مطابق حلق میں بارش (۲۲) یا برف کا قطرہ گرا اور قصداً نہیں نگلا (۲۳) ارادے کے بغیر کلی کا پانی پیٹ میں چلا گیا (۲۴) کسی نے جبراً افطار کرادیا گو جماع ہی کے ساتھ ہو (۲۵) کسی عورت سے جبراً جماع کیا گیا (۲۶) کسی کی باندی یا بیوی نے اس لئے افطار کرلیا کہ نہ کرے گی تو قوی اندیشہ ہے کہ گھر کے کام کی زیادتی کی وجہ سے بیمار ہوجائے گی لیکن جو کام فرض کے ادا کرنے سے عاجز کردے اس میں آقا اور شوہر کا کہنا نہ ماننا چاہئے (۲۷) کسی نے روزہ دار کے منہ میں پانی ڈال دیا جب کہ وہ سو رہا تھا (۲۸) بھول کر کھالینے کے بعد جان کر بھی کھالیا اگر چہ اس کو یہ حدیث بھی معلوم ہو کہ

بھول کر افطار کر لینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، پس اس میں قضا ہی ہے کفارہ نہیں اور یہی صحیح مذہب ہے(۲۹) بھول کر جماع کر لینے کے بعد جان کر بھی کر لیا (۳۰) رات سے نیت نہ تھی اور دن کو کی تھی پھر کچھ کھالیا (۳۱) صبح کے وقت مسافر تھا پھر اقامت کی نیت کر لی پھر کچھ کھالیا (۳۲) صبح کے وقت مقیم تھا پھر مسافر ہو گیا پھر کچھ کھالیا (۳۳) کھانے اور پینے اور جماع تینوں چیزوں سے رکا تو رہا لیکن نیت کچھ بھی نہ کی نہ روزے کی نہ افطار کی (۳۴) اس شبہ میں سحری کھالی (۳۵) یا جماع کر لیا کہ صبح صادق نہیں ہوئی حالانکہ واقع ہو چکی تھی (اور اگر غروب میں شک تھا تو فقیہ ابو جعفر کی رائے پر کفارہ بھی آئے گا اور اگر غروب نہ ہونے کا غالب گمان تھا تب بھی قضا اور کفارہ دونوں ہیں) (۳۶) اس گمان سے روزہ افطار کر لیا کہ سورج غروب ہو چکا ہے حالانکہ واقع میں نہیں ہوا تھا (۳۷) مردہ عورت سے (۳۸) یا چوپائے سے جماع کیا (۳۹) یا عورت کے پیٹ (۴۰) یا ران میں حاجت پوری کی (۴۱) یا بوسہ لیا (۴۲) یا عورت کو چھوا اور ان چھ صورتوں میں انزال ہو گیا (۴۳) رمضان کے ادا روزے کے سوا کسی اور روزہ کو فاسد کر دیا (۴۴) عورت سو رہی تھی اس سے کسی نے جماع کر لیا یا سونے والے نے پانی پی لیا یا کسی اور نے اس کے حلق میں ڈال دیا اور یہ بھولنے والے کی طرح نہیں ہے، دیکھو سونے والے اور دیوانے کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے اور بھول کر بسم اللہ چھوڑنے والے کا ذبیحہ حلال ہے (۴۵) صحیح قول کے مطابق عورت نے پیشاب گاہ میں تیل وغیرہ ڈال لیا (۴۶) مرد نے اپنی وہ انگلی جو تیل (۴۷) یا پانی سے تر تھی پچھلے سوراخ میں داخل کر لی (۴۸) مختار قول کے موافق عورت نے خاص مقام میں تر انگلی ڈال لی (۴۹) مرد نے پچھلے حصہ میں (۵۰) یا عورت نے خاص مقام کے اندر روئی داخل کی اور اس کو غائب کر دیا (۵۱) حلق میں قصداً دھواں داخل کیا (۵۲) جان کر قے کی گو منہ بھر کر نہ ہو، یہ ظاہر روایت ہے ابو یوسفؒ نے منہ بھر کر ہونا شرط کیا ہے اور یہی صحیح ہے (۵۳) بلا قصد منہ بھر کر قے آئی اور روزہ بھی یاد تھا پھر اسے لوٹا لیا (۵۴) کھانے کی قسم سے جو چیز دانتوں میں اٹکی ہوئی تھی اور چنے کی برابر تھی

اسے نگل لیا (۵۵) دن کے وقت روزے کی نیت کرنے سے پہلے کوئی چیز بھول کر کھالی پھر روزے کی نیت کی (۵۶) بیہوشی طاری ہوگئی گو پورے مہینہ تک رہی ہو لیکن جس دن یا رات میں بیہوش ہوا ہو اس دن کی قضا لازم نہیں آئے گی (۵۷) بالکل عقل جاتی رہی لیکن یہ حالت پورے مہینہ نہیں رہی اور جب پورے مہینہ تک دیوانہ رہے تو گو رات کو یا دن کو نیت کے وقت کے بعد کبھی کبھی عقل درست بھی ہو جائے تب بھی قضا نہیں آئے گی اور یہی صحیح ہے (۵۸) پسینے اور آنسو حلق میں پہنچے اور ان کی ترشی اور نمکینی معلوم ہوئی (۵۹) دانتوں سے خون نکلا اور تھوک سے زیادہ یا اس کے برابر تھا اور پیٹ میں چلا گیا یا تھوک سے کم تھا لیکن اس کا مزہ حلق میں معلوم ہوا (۶۰) تھوک منہ سے نکل کر ٹھوڑی تک آگیا اور اس کا تار ٹوٹ گیا اس حالت میں اس کو پھر اندر لے گیا (پس اگر تار نہیں ٹوٹا تھا تو اندر کر لینے سے روزہ فاسد نہ ہوگا)۔

تیسری فصل

ذیل کی پانچ صورتوں میں دن کے باقی حصہ میں روزے داروں کی طرح رہنا واجب ہے:

(۱) کسی وجہ سے روزہ ٹوٹ گیا (۲) عورت حیض سے (۳) یا نفاس سے دن میں فارغ ہوئی (۴) نابالغ لڑکا دن میں بالغ ہوا (۵) کوئی کافر مسلمان ہوا پھر پہلے تینوں پر تو اس روزے کی قضا بھی ہے اور آخیر کے دو پر نہیں، اور بیمار اور مسافر اور فارغ ہونے سے پہلے حیض و نفاس والی عورت یہ چھپ کر کھا سکتے ہیں۔ اور بواسیر کے مسّوں کو دھویا ہو تو خشک کرنے کے بعد اندر کرنا چاہئے ورنہ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

چوتھی فصل

ذیل کی تیرہ چیزیں روزہ دار کے لئے مکروہ ہیں:

(۱) بلا عذر کسی چیز کا چکھنا (۲) یا چبانا (اگر ضرورت پڑے تو یہ دونوں کام کسی نابالغ یا حیض والی سے لے لے اور یہ نہ ملیں تب خود چکھے اور چبائے (۳) مصطگی کا

چبانا (۴) بوسہ لینا (۵) پاس لیٹنا اور چھیڑ چھاڑ کرنا جبکہ دونوں صورتوں میں انزال کا یا جماع میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو، یہ ظاہر روایت ہے (۶) منہ میں تھوک جمع کرنا اور اس کو نگل لینا (۷) فصد یا حجامت وغیرہ ایسے کام کرنا جس سے قوی اندیشہ ہو کہ کمزوری ہو کر روزہ کا پورا کرنا دشوار ہو جائے گا (۸) استنجاء کے لئے خوب کھل کر بیٹھنا (۹) کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا (۱۰) بیقراری ظاہر کرنا (۱۱) ضروری غسل میں جان کر دیر کرنا (۱۲) کوئلہ چبانا اور منجن استعمال کرنا (۱۳) غیبت کرنا اور جھوٹ بولنا۔

پانچویں فصل

ذیل کی چودہ چیزیں مکروہ نہیں ہیں:

(۱) بوسہ لینا (۲) پاس لیٹنا اور اور چھیڑ چھاڑ کرنا جب کہ انزال و جماع کا اندیشہ نہ ہو (۳) مونچھوں کو یا بدن کے کسی اور حصہ پر تیل لگانا (۴) سرمہ لگانا (۵) پچھنے لگوانا (۶) فصد کرانا جب کہ کمزوری کا اندیشہ نہ ہو (۷) زوال کے بعد مسواک کرنا خواہ تازی ہو یا پانی میں تر کر رکھی ہو، یہ مکروہ نہیں بلکہ زوال سے پہلے بھی سنت ہے اور بعد میں بھی۔ ہاں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ صوف اندر نہ جانے پائے ورنہ روزہ ٹوٹ جائے گا (۸) کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا (۹) ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے بھیگا ہوا کپڑا لپیٹنا یہ بھی مکروہ نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے (۱۰) خوشبو لگانا اور سونگھنا جبکہ دھواں دار نہ ہو جیسے لوبان اور اگر بتی کہ ان کے قصداً سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (۱۱) تھوک نگلنا (۱۲) خود بخود قے ہو جانا چاہے منہ بھر کر ہو (۱۳) بھول کر کھا پی لینا (۱۴) ارادے کے بغیر مکھی غبار وغیرہ کا حلق میں چلا جانا۔

چھٹی فصل

تین چیزیں مستحب ہیں (۱) سحری کھانا (۲) اور دیر سے کھانا (۳) ابر نہ ہو تو افطار میں جلدی کرنا۔

ساتھویں فصل

ذیل کی بائیس چیزوں سے قضا اور کفارہ دونوں لازم آتے ہیں، جبکہ ان میں سے کسی چیز کو مجبوری کے بغیر جان بوجھ کر خوشی سے استعمال کرے۔

(۱) و (۲) دونوں راستوں میں سے کسی ایک راہ میں جماع کیا اس سے فاعل ومفعول دونوں پر قضا وکفارہ آئے گا (۳) کوئی دوا کی یا غذا کی قسم کی چیز کھائی (۴) یا پی (۵) بارش کا قطرہ جو منہ میں گر پڑا تھا اسے نگل لیا (۶) کچا گوشت کھالیا (لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں کیڑے نہ پڑے ہوں ورنہ قضا آئے گی کیونکہ اس صورت میں مرغوب نہیں رہے گا (۷) ابواللیثؒ کے قول پر چربی کھائی (۸) سوکھا ہوا گوشت کھایا، یہ تمام علماء کے نزدیک قضا وکفارہ کا سبب ہے (۹) گیہوں کے دانے کھالئے (۱۰) یا چبالئے (اگر ایک دانہ چبایا اور وہ منہ ہی میں نیست ونابود ہوگیا تو اس میں کچھ نہیں آئے گا (۱۱) گیہوں کا دانہ (۱۲) یا تل وغیرہ کا دانہ باہر سے اٹھا کر نگل لیا اور یہی مختار ہے (۱۳) ارمنی مٹی کھالی عام ہے کہ اس کی عادت ہو یا نہ ہو یا ارمنی کے سوا کسی اور قسم کی مٹی کھائی جبکہ اس کے کھانے کی عادت ہے (ورنہ قضا آئے گی) (۱۴) مختار قول پر تھوڑا سا نمک کھالیا (۱۵) بیوی کا (۱۶) یا اپنے دوست کا تھوک نگل لیا (نہ کہ غیر کا اس لئے اس صورت میں قضا آئے گی کیونکہ وہ مرغوب نہیں ہے) (۱۷) پہلے غیبت کی (۱۸) یا پچھنے لگوائے (۱۹) مونچھ کو تیل لگایا (۲۰) یا شہوت سے چھوا (۲۱) یا بوسہ لیا (۲۲) یا پاس لیٹا لیکن انزال نہیں ہوا، پھر چھوؤں (۶) صورتوں کے بعد جان بوجھ کر کھالیا اور یہ گمان کیا کہ ان چیزوں سے روزہ ٹوٹ گیا ہے، البتہ اگر کسی فقیہ نے روزے کے فاسد ہونے کا فتویٰ دیدیا تھا یا اس نے فاسد ہونے کی حدیث تو سنی تھی لیکن مذہب کے مطابق اس کی تاویل اور مطلب سے واقف نہیں تھا تو صرف قضا آئے گی اور اگر مطلب سے واقف تھا تو کفارہ بھی واجب ہوگا اسی طرح اس عورت پر بھی کفارہ لازم ہوگا جس نے خوشی سے اس مرد کا کہنا مان لیا جس پر کسی نے جماع کے لئے

جبر کیا تھا اور مرد چونکہ مجبور ہے اس لئے اس پر صرف قضا آئے گی۔

آٹھویں فصل

کفارہ کے واجب ہونے اور اس کے لازم رہنے کی شرطوں اور کفارہ ادا کرنے کے طریقوں میں:

(الف) کفارہ ذیل کی دس شرطوں سے واجب ہوتا ہے :

(۱) عاقل ہو (۲) بالغ ہو (۳) رمضان کا روزہ ہو (۴) رمضان ہی میں توڑا ہو نہ کہ اور دنوں میں (۵) نیت بھی صبح صادق سے پہلے کی ہو (۶) توڑنے سے پہلے کفارہ کے ساقط کرنے والی چیز موجود نہ ہو یعنی سفر میں نہ ہو (۷) توڑنے کے بعد کفارہ کے ساقط کرنے والی چیز مثلاً حیض و نفاس اور سخت بیماری پیش نہ آئے (۸) کسی نے جبراً نہ توڑوادیا ہو (۹) قصداً توڑا ہو نہ کہ بھول کر (۱۰) توڑنے کے لئے مضطر و مجبور نہ ہو۔

(ب) اگر خود ایسا فعل کیا جس سے بیمار ہو گیا تو صحیح قول پر کفارہ معاف نہ ہو گا۔

(ج) اگر جان کر بلا ضرورت ایسا کام کیا جس سے سخت پیاس لگ گئی اور روزہ توڑ دیا تو کفارہ لازم آئے گا۔

(د) اور کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اگر میسر نہ ہو تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے جن میں شوال کی پہلی اور ذوالحجہ کی دس سے تیرہ تک تاریخیں نہ ہوں۔

(ھ) اور اگر عذر سے یا بلا عذر کوئی روزہ چھوٹ جائے گا تو تمام روزے پھر سے رکھنے ہوں گے، اگر حیض کی وجہ سے چھوٹ جائیں اور فارغ ہوتے ہی شروع کر دے تو پہلے روزوں کے لوٹانے کی ضرورت نہ ہو گی اور اگر نفاس پیش آ گیا تو سب روزے پھر سے رکھنے پڑیں گے۔

(و) اگر بیماری اور سخت بڑھاپے کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلائے یا تو صبح اور شام اور یا شام اور صبح یا دو صبح، اور دو شام یا شام اور

سحری کو۔ اور جن مسکینوں کو پہلے وقت کھلائے دوسرے وقت بھی انہیں کو کھلائے بدلنے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا اور ایک فقیر کو ساٹھ دن دونوں وقت یا ساٹھ فقیروں کو دو دو وقت کھلا دینا بھی کافی ہے یعنی ہر روز نئے فقیر کو کھلانا بھی جائز ہے لیکن ان فقیروں میں کوئی پیٹ بھرا ہوا نہ ہو، اور بہت چھوٹا بچہ بھی نہ ہو۔

(ز) اور گیہوں کی روٹی تو روکھی بھی کافی ہے کیونکہ وہ نرم ہے اسی لئے کہا گیا کہ گیہوں کی روٹی کا سالن اس کے ساتھ ہی موجود ہے پس جس نے اس کے ساتھ سالن طلب کیا وہ بھوکا نہیں ہے اور دوسری چیزوں کی روٹی کے ساتھ ترکاری دینا بھی ضروری ہوگا۔

(ح) اور کھانا نہ کھلائے تو ہر فقیر کو پونے دو سیر گیہوں یا ان کا آٹا یا ستو دے اور جَو اور انگور اور کھجوریں دینا چاہے تو ساڑھے تین سیر دے یا ان کی قیمت ادا کر دے ایک دم ہو خواہ تھوڑی تھوڑی۔

(ط) اگر کئی روزے توڑے ہوں جب بھی ایک ہی کفارہ کافی ہے، عام ہے کہ وہ روزے ایک رمضان کے ہوں یا کئی رمضانوں کے لیکن شرط یہ ہے بیچ میں کفارہ ادا نہ کیا ہو کیونکہ اگر ایسا ہوگا تو بعد کے روزے کے لئے الگ کفارہ دینا ہوگا اور عالمگیری میں ہے کہ ایک کفارہ ایک ہی رمضان کے روزوں کے لئے کافی ہوگا۔

نویں فصل

وہ چودہ عذر جن میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے:

(۱) بیماری (۲) سفر (۳) جبر (۴) حاملہ ہونا (۵) دودھ پلانے والی کے لئے (۶) شدّت کی بھوک (۷) پیاس (۸) بہت بڑھاپا (۹) حیض (۱۰) نفاس (۱۱) غازی جس کو یہ گمان ہو کہ روزہ رکھ کر جہاد نہیں کر سکوں گا وہ میدان جانے سے پہلے افطار کر لے (۱۲) بخار کی باری کا دن تھا اور کمزور ہو جانے کے خوف سے کھا لیا یا پی لیا گو پھر اس روز بخار نہ آئے (۱۳) وہ عورت جس نے حیض

آنے کے گمان سے افطار کرلیا گو حیض نہ آئے (۱۴) بازار والوں نے طبل کی آواز سن کر اس گمان پر افطار کرلیا کہ یہ عید کے اعلان کے لئے ہے اور پھر پتہ چلا کہ یہ اس لئے نہ تھا۔

تفصیل

اوّل: بیمار سے مراد وہ ہے جس کو روزہ رکھنے سے مرض بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کا قوی اندیشہ ہو نہ کہ وہم یعنی یا اپنے پہلے تجربہ کی بنا پر سخت نقصان پہنچنے کا خوف ہو یا ماہر ودیندار طبیب بتائے کہ روزے سے سخت نقصان ہوگا اور اندیشہ سے ہر جگہ یہی مراد ہے۔

دوم: مسافر صبح صادق سے سفر کرے تو اس کا روزہ نہ رکھنے میں گناہ نہ ہوگا اور صبح صادق کے بعد سفر پیش آئے تو سخت مجبوری کے بغیر افطار نہ کرے ورنہ گناہ ہوگا گو کفارہ لازم نہ آئے اور اس کو روزہ رکھنا مستحب ہے جب کہ تین شرطیں پائی جائیں: (۱) روزہ نقصان نہ کرتا ہو (۲) اس کے تمام ساتھیوں نے افطار نہ کر رکھا ہو (۳) یہ سب کھانے پینے میں شریک نہ ہوں ورنہ نہ رکھنا بہتر ہے، پہلی صورت میں تکلیف کی وجہ سے باقی دو میں ساتھیوں کی موافقت کی غرض سے۔

سوم: جبر سے مراد یہ ہے کہ کوئی پچھاڑ کر کچھ کھلا پلا دے یا اندیشہ ہے کہ نہ کھائے گا تو کوئی قتل کرڈالے گا یا بہت مارے گا۔

چہارم تا ہفتم: (الف) حاملہ دودھ پلانے والی اور شدّت کی بھوک اور پیاس والا ان کے لئے افطار کی اجازت اس صورت میں ہے کہ اپنے یا بچہ کے ہلاک ہونے کا یا عقل کے کمزور ہوجانے کا یا حواس جاتے رہنے کا اندیشہ ہو۔

(ب) اور دودھ پلانے والی ماں ہو یا دایہ دونوں کا یہی حکم ہے کیونکہ حدیث میں عَنِ الْمُرْضِعِ آیا ہے جو دونوں کو شامل ہے پس دایہ کے ساتھ خاص کرنا صحیح نہیں نیز ماں کے ذمّہ دودھ پلانا دیانۃً واجب ہے بالخصوص جب کہ باپ مفلس ہو۔

(ج) اگر طبیب بچہ کے لئے مفید بتائے تو دودھ پلانے والی کے لئے دوا پینا بھی جائز ہے۔

(د) اگر بلا ضرورت کوئی مشقت کا کام کیا مثلاً دوڑا اور سخت پیاس لگ گئی تو اس صورت میں کفارہ بھی آئے گا۔

(ھ) درمختار میں ہے کہ جس مزدور کو کام میں سخت مشقت پیش آتی ہو، اس کو چاہئے کہ آدھے دن تو کام کرے اور آدھے دن آرام لے تاکہ روزہ بھی ادا ہو جائے اور روزی بھی حاصل ہو جائے۔

(و) بیماری اور عذر کے ختم ہونے سے پہلے مر جائے تو فدیہ کی وصیت کرنا واجب نہیں ورنہ عذر ختم ہونے کے بعد جتنے دن ملے ہوں ان کی وصیت کرنا ضروری ہے۔

ہشتم: (۱) بہت بوڑھے کو شیخ فانی کہتے ہیں اور یہ وہ ہے کہ روزہ بالکل نہ رکھ سکتا ہو اور دن بدن اس کی کمزوری بڑھتی جاتی ہو (۲) شیخ فانی پر اور جس نے عمر بھر روزے رکھنے کی منت مانی ہو اور معاش کی مشغولی کی بنا پر روزہ رکھنے سے عاجز ہو، ان دونوں پر واجب ہے کہ ہر روزے کے بدلے دوسیر اناج یا اس کی قیمت مسکین کو دیا کریں اور ایک روزے کا غلہ اور اس کی قیمت کئی مسکینوں کو بھی دے سکتے ہیں یا ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت کھانا کھلائیں (۳) کفارے میں نہ ایک دن کے غلہ اور اس کی قیمت سے کم دینا جائز ہے نہ زیادہ دینا، اگر کم دیں گے تو اس کے بجائے دوسرے مسکین کو پھر سے پورا دینا پڑے گا اور اگر زیادہ دیں گے تو جتنا زیادہ ہوگا وہ حساب میں نہیں لگے گا اور فدیہ نہ دیا ہو تو وصیت کر جائے (۴) اسی طرح جس بیمار کو اچھا ہونے کی امید نہ رہی ہو وہ بھی فدیہ دے، پھر کمزوری جاتی رہی اور بیماری زائل ہو گئی تو روزوں کی قضا واجب ہوگی، شیخ فانی پر بھی، اور بیماری سے اچھے ہونے والے پر بھی، اور فدیہ کا ثواب ملے گا۔ غرض یہ کہ فدیہ صرف ان صورتوں میں کافی ہوگا کہ مرتے دم تک روزے رکھنے کی طاقت نہ پائے (۵) فدیہ ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو استغفار کرتا اور معافی مانگتا رہے (۶) شیخ فانی اگر مسافر ہو اور سفر ہی میں مر جائے تو فدیہ کی وصیت

کرنا واجب نہیں (۷) فدیہ تہائی مال میں سے ادا ہو سکتا ہو تو وصیت کی صورت میں پورا کرنا واجب ہو گا ورنہ جتنا ادا ہو سکے اتنا کریں (۸) جو نمازیں رہ گئی ہیں ان کے لئے بھی فدیہ کی وصیت کرنا واجب ہے ہر روز کے پانچوں فرضوں اور وتر چھوں کی طرف سے بارہ سیر غلہ یا اس کی قیمت دے (۹) تہائی میں فدیہ پورا ہو سکے تو بالغ وارث اپنا حصّہ جدا کر کے اس میں سے ادا کریں یا کوئی وارث اپنے مال میں سے دیدے (۱۰) اور وصیت کے بغیر بھی اگر بالغ وارثوں نے اپنے حصّہ میں سے یا کسی نے اپنے مال میں سے ادا کر دیا تو خدائے تعالیٰ سے اُمید ہے کہ نماز اور روزوں کے ترک پر عذاب نہ کریں گے (۱۱) اور اگر زکوۃ نہ دی ہو تو اس کے لئے بھی وصیت کرنا ضروری ہے (۱۲) کفارہ اور فدیہ میں اباحت وتملیک دونوں جائز ہیں اور صدقۂ فطر وزکوۃ میں تمیلک ضروری ہے اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس صدقہ کے لئے شریعت میں طعام یا اطعام کا لفظ آیا ہے اس میں تو اباحت اور تملیک دونوں جائز ہیں اور جس صدقہ میں دینے اور ادا کرنے کا لفظ آیا ہے اس میں تملیک ضروری ہے (۱۳) اباحت کے معنی یہ ہیں کہ مسکین کے سامنے کھانا رکھ کر یہ کہہ دیا جائے کہ جتنا کھا سکو کھا لو، اس میں لے جانے کا اختیار نہیں ہوتا اور تملیک یہ ہے کہ چیز دے کر یہ کہہ دیا جائے کہ یہ تمہاری ہے جو چاہو کرو، اس میں پورا اختیار رہتا ہے چاہے بیچے چاہے خود استعمال کرے (۱۴) عذر کے بغیر نفلی روزے کے توڑنے سے گناہ ہو گا اور نفلی روزہ اور نماز شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے توڑے گا تو قضا ضروری ہو گی لیکن شوال کی پہلی اور ذی الحجہ کی دس سے تیرہ تک ان پانچ دنوں میں روزہ شروع کرنے سے واجب نہیں ہوتا اور ان دنوں کے روزوں کی یا پورے سال کے روزوں کی منت مانی ہو تو دونوں صورتوں میں ان پانچ (۵) دن میں روزہ نہ رکھے اور ان کے بجائے اور دنوں میں رکھ لے (۱۵) نابالغ بچہ کو نماز کی طرح روزے کا بھی حکم دیں اور دس برس کا ہو جائے تو مار کر روزہ رکھوائیں، پورے نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے رکھوائیں (۱۶) بچے روزہ رکھ کر توڑ دیں تو روزہ قضا نہ کرائیں اور نماز کی نیت کر کے توڑ دیں تو پھر سے پڑھوائیں۔

تنبیہ

روزے چودہ قسم کے ہیں:

(۱) رمضان کے اداروزے (۲) رمضان کا روزہ توڑنے کے کفارے کے (۳) قسم کے کفارے کے (۴) ظہار کے کفارے کے یعنی جب بیوی کو ان عورتوں جیسا کہہ دے جن سے نکاح حرام ہے، جیسے ماں وغیرہ تو اس میں دو مہینے کے روزے آتے ہیں (۵) قتل کے کفارے کے یعنی جب کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے بلا ارادہ قتل ہو جائے مثلاً شکار کرنا چاہتا تھا اور گولی کسی آدمی کو لگ گئی اور غلام آزاد کرنے اور خون بہا ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو اس میں بھی دو مہینے کے روزے آتے ہیں (۶) نذرِ معین (اس منت کے روزے جس میں دن معین ہوں) (۷) واجب اعتکاف کے روزے ان سات قسموں کے روزوں کو لگاتار رکھنا ضروری ہے (۸) نفلی روزے (۹) قضائے رمضان کے روزے (۱۰) نذر مطلق (اس منت کے روزے جس میں دن مقرر نہ ہوں) (۱۱) حج میں تمتع کے روزے (۱۲) حج کے احرام میں دشمن یا مرض کی مجبوری کے سبب سر منڈا لیا اس کے بدلے کے روزے (۱۳) حرم کے حدود یا احرام میں شکار کیا اس کے تاوان کے روزے (۱۴) قسم کے روزے مثلاً یہ کہا کہ خدا کی قسم میں ایک مہینہ کے روزے رکھوں گا اِن سات قسموں کو جُدا جُدا کر کے رکھیں یا لگاتار، لیکن جلدی کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ موت کا کوئی وقت نہیں ایسا نہ ہو کہ یہ روزے رہ جائیں، اگر رمضان کے قضا کے روزے نہیں رکھے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا تو پہلے ادا رکھے پھر قضا۔ (نور الایضاح، مظاہر حق، بہشتی زیور۔)

لیکن یہ یاد رکھو کہ نذر مطلق کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ زبان سے کہا ہو یا نیت کی ہو کہ میں ان روزوں کو لگاتار رکھوں گا، اس حالت میں تو لگاتار رکھنے پڑیں گے، دوسرے یہ کہ صرف یہ کہا ہو میں اتنے دن کے روزے رکھوں گا اب لگاتار رکھے خواہ جدا جدا، پھر جن روزوں کا لگاتار رکھنا واجب ہے ان میں سے ادائے رمضان اور نذر معین کو

اگر لگا تار نہ رکھا تو پہلے روزے لوٹانے نہیں پڑیں گے اور باقی چھ قسموں سب روزے پھر سے رکھنے پڑیں گے۔

دسویں فصل

سحری کھانے میں دیر کرنا اور ابر نہ ہو تو افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

احادیث

(۱) سحری کھایا کرو کیوں کہ سحری کے کھانے میں برکت ہے یعنی اس کام سے آخرت میں ثواب ملتا ہے اور روزے کے لئے قوت وہمت نصیب ہوتی ہے چنانچہ (۲) دن کے سونے سے نماز کے لئے رات کے جاگنے پر اور سحری کھانے سے دن کو روزہ پر مدد چاہو (۳) عمرو بن عاصؓ کی روایت میں ہے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں صرف کھانے کا فرق ہے، کیونکہ ان کی شریعت میں یہ تھا کہ روزہ کی رات میں نیند آجانے کے بعد، بیوی سے صحبت اور کھانا اور پینا تینوں چیزیں حرام ہیں، اور ابتدائے اسلام میں ہمارے لئے بھی یہی حکم تھا پھر حضرت عمرؓ نے سونے کے بعد بیوی سے جماع کرلیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شرمندگی ظاہر کی۔ اور قیسؓ بن حرمہ کے گھر میں ایک دن افطاری کے لئے بھی کوئی چیز نہ تھی بیوی کھانے کی تلاش میں گئیں اتنے میں حضرت قیسؓ کو نیند آگئی پس ان کے پاس کھانا اس وقت پہنچا جب کہ ان کے لئے حرام ہو چکا تھا، صبح کو پھر بغیر کھائے روزہ رکھ لیا، دوپہر کے وقت غش آگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر ماجرا سنایا ان دونوں واقعوں کے بعد آیت اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ (بقرہ ع۲۳) نازل ہوئی، جس میں تین چیزوں کی اجازت مل گئی کہ روزے کی رات میں تمہارے لئے بیویوں سے بے پردہ ملنا حلال کر دیا گیا، پس حضرت عمرؓ کی لغزش ہمارے لئے باعث رحمت بن گئی اور آیت کے دوسرے حصہ میں فرمایا کہ کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری میں سے ظاہر ہو، پس صبح صادق تک کے لئے تینوں چیزیں حلال ہو گئیں، حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل

پر جو صحابہؓ نے کی تھی یہ انعام ملا جس سے تمام امت قیامت تک نفع اٹھاتی رہے گی، اس آیت کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کی رغبت دلائی اور فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں سحری کھانے ہی کا فرق ہے پس یہ فعل مستحب ہے اگر ضرورت نہ ہو تب بھی سنت کی برکت اور ثواب حاصل کرنے کے لئے کم از کم ایک چھوارا ہی کھالیا کریں نیز سحری میں دیر کرنا بھی مستحب ہے اور اس کا افضل وقت رات کا آخری چھٹا حصہ ہے۔

حدیث

(۴) تین باتیں پیغمبروں کی عادت میں سے ہیں:

(۱) سحری میں دیر کرنا (۲) افطار میں جلدی کرنا (۳) مسواک کرنا، اگر یہ شبہ ہو کہ جب پہلی امتوں میں سونے کے بعد کھانا جائز نہ تھا تو اس کے کیا معنی کہ سحری کھانا پیغمبروں کی عادت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں سحری سے مراد دوبارہ کھانا ہے جو ان کے لئے سحری کے قائم مقام تھا لیکن اتنی دیر بھی نہ کرے کہ صبح ہونے کا شبہ ہو جائے اگر ایسا وقت ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ کھانا نہ کھائے تاکہ حرام میں مبتلا ہونے سے بچ جائے اور اگر کھالیا تو روزہ درست ہو جائے گا کیونکہ رات کا باقی ہونا اصل ہے اور شک سے اصل چیز نہیں بدلا کرتی، امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ جس جگہ صبح صادق صاف نظر آتی ہو وہاں تو شک کی طرف ذرا بھی التفات نہ کرے اور اگر ابر یا چاندنی رات یا نگاہ میں فرق ہونے کی وجہ سے صبح صاف معلوم نہ ہو تو شک کے وقت کھانے سے گنہگار ہوگا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ دو، اور اس چیز کو لو جس میں تم کو شک نہ ہو، اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ کھانے کے وقت صبح ہو گئی تھی تو احتیاطاً اس روزہ کی قضا کرے لیکن ضروری نہیں کیونکہ یقین، یقین ہی سے بدلہ کرتا ہے اور یہاں رات باقی ہونا تو یقینی ہے اور صبح میں شک ہے۔

اِفطار

اس میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ حدیث: سہلؓ بن سعد سے ہے جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے بھلائی پر رہیں گے یعنی اس کے ترک کے بعد بھلائی کم ہو جائے گی پس سنت یہ ہے کہ جب سورج ڈوبنے کا یقین ہو جائے تو فوراً افطار کرلے، اس لئے کہ دیر کرنا اہل کتاب کا طریق ہے کہ وہ ستارے نکل آنے پر افطار کرتے تھے اور اس وقت یہ بدعتیوں اور شیعوں کا شعار بن گیا ہے پس ان کی مخالفت کے لئے بھی جلدی کرنا مستحب ہے۔ حدیث: ابو ہریرہؓ سے ہے کہ بندوں میں میرا زیادہ محبوب وہ ہے جو افطار میں جلدی کرے الخ، اس لئے کہ وہ شریعت پر مضبوطی سے جما ہوا ہے اور مخالفت سے نفرت رکھتا ہے نیز پہلے افطار کر لینے کی صورت میں نماز بھی دل کی حضوری سے ادا ہوگی اور ایسے شخص کا محبوب ہونا ظاہر ہے اور مناسب یہ ہے کہ چھوہارے، انجیر، منقہ جیسی میٹھی چیزوں سے افطار کرے اگر یہ نہ ملیں تو پانی سے کرلے کیونکہ انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تازہ چھوہاروں سے اور وہ نہ ہوتے تو خشک چھوہاروں سے افطار کرتے تھے اور وہ بھی نہ ہوتے تو کئی گھونٹ پانی پی لیتے تھے نیز آپ نے فرمایا کہ اول تو چھوہارے سے افطار کرو کہ وہ برکت کی چیز ہے اور نہ ملے تو پانی سے کرلو کہ وہ پاکی کی چیز ہے اور افطار کے وقت اپنے بڑے بڑے کاموں کے لئے دعا کرے۔ مثلاً ایمان پر خاتمہ اور دوزخ سے نجات چاہے کیونکہ یہ دعا کے قبول ہونے کا وقت ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور ابن عباسؓ سے ہے کہ آپ افطار کے وقت یہ الفاظ پڑھتے تھے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔

افطار کا وقت

حدیث: جب رات یہاں سے آجائے (یعنی مشرق میں رات کی سیاہی آجائے) اور دن یہاں سے پیٹھ پھیر کر چلا جائے (یعنی سورج مغرب میں بالکل پوری

طرح ڈوب جائے) تو روزہ دار افطار کرلے یعنی اب دیر نہ کرے اور جس نے غروب سے پہلے افطار کیا اگر اس کو غالب گمان تھا کہ ابھی غروب نہیں ہوا تو اس پر کفارہ اور قضا دونوں ہیں اور اگر شک تھا تو صرف قضا ہے۔

گیارہویں فصل

حقہ، بیڑی، سگریٹ کے حکم میں۔

تمباکو ایک ایسی چیز ہے جو حضرت مولانا عبدالحیؒ صاحب لکھنوی کے ارشاد کے مطابق گیارہویں صدی ہجری میں ظاہر ہوئی ہے، اس سے پہلے دنیا میں کسی جگہ بھی اس کا وجود نہ تھا، اس میں روزانہ ملک میں ہزار دو ہزار نہیں لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ صرف ہو رہا ہے اگر یہ رقم محتاجوں اور مسکینوں اور ملک کے دیگر امور میں صرف کی جائے تو کافی سے زیادہ فائدہ ہوسکتا ہے یہاں اس کا ذکر اس لئے آگیا کہ اس کی وجہ سے امت کے لاکھوں افراد روزہ چھوڑ کر رمضان جیسے مبارک مہینے میں سب حاکموں سے بڑے حاکم کی قانون شکنی کرتے ہیں اور اسی لئے ملک اور شہروں میں آئے دن طرح طرح کی نئی سے نئی مصیبتیں آتی رہتی ہیں، چونکہ حقہ نوش حضرات اس کو دوا اور فائدہ مند بتلاتے ہیں اس لئے اگر ان کی بات کو مان لیا جائے تو روزے میں اس کے پینے سے قضا اور کفارہ دونوں آئیں گے کیونکہ جو چیز دوا کی یا غذا کی قسم سے ہو اس میں دونوں چیزیں آتی ہیں اور جو لوگ اس قدر عادی ہیں کہ اس کی وجہ سے روزہ بھی نہیں رکھ سکتے ان کے لئے یقیناً حرام لغیرہ ہے، رہی یہ بات کہ روزہ کے بغیر اس کا استعمال کیسا ہے، سو اس میں کئی قول ہیں اور حق اور صحیح یہ ہے کہ انسان جو کام ارادے اور اختیار سے کرتا ہے اگر اس میں کوئی دینی اور دنیوی فائدہ نہ ہو تو عبث اور لہو لعب ہے اور ان تینوں میں فرق یہ ہے کہ جس کام میں لذت اور فائدہ دونوں نہ ہوں وہ تو عبث ہے اور جس میں لذت ہو لیکن فائدہ نہ ہو وہ لہو لعب ہے پھر اگر اس کی دھن میں ضروری کام بھی بھول جائے تو لہو ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو لعب ہے اور چونکہ حق تعالیٰ نے ان تینوں کا ذکر برائی کے ساتھ کیا ہے اس

لئے یہ تینوں حرام ہیں اور جب یہ تینوں حرام ہیں تو حقہ بھی حرام ہے کیونکہ وہ انہیں میں سے کسی ایک میں داخل ہے بلکہ عبث سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے کیونکہ اس میں نہ لذت ہے نہ فائدہ، اگر وہ حضرات جو اس کے شیدائی اور عاشق ہیں شیطانی سجاوٹ کے سبب یہ فرمائیں کہ اس میں تو بڑا مزا آتا ہے تو پھر یہ لعب اور لہو میں داخل ہو جائے گا، کیونکہ ان کے قول کے مطابق اس میں لذت تو ہے مگر فائدہ نام کو بھی نہیں اس لئے کہ نہ یہ غذا ہے نہ دوا بلکہ مضر ہے کیونکہ تمام اطباء دھوئیں کو مضر بتاتے ہیں (۱) ابن سینا کہتا ہے کہ دھواں اور مٹی نہ ہوتی تو آدمی ہزار (۱۰۰۰) برس جیتا (۲) جالینوس کا قول ہے کہ دھواں، غبار، بدبو، ان تینوں چیزوں سے بچتے رہو اور چکنائی، میٹھائی، خوشبو، غسل، ان چار چیزوں کو ضروری سمجھو، ایسا کرنے سے تم کو طبیب کی ضرورت نہ ہوگی (۳) قانون میں ہے کہ تمام قسم کے دھوئیں اپنے خاکی جوہر کی وجہ سے رطوبت کو خشک کر دیتے ہیں، اور کسی قدر آگ کا اثر بھی رکھتے ہے (۴) بعضے فاضل کہتے ہیں کہ جب دھواں خشک کرنے والی چیز ہے تو بدن کی رطوبتوں کو بھی خشک کر دے گا اور اس سے بہت سی بیماریاں پیدا ہو جائیں گی اس لئے اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ اپنی جان کو نقصان سے بچانا ضروری ہے (۵) نصاب الاحتساب میں ہے کہ مضر چیز کا استعمال کرنا حرام ہے۔

(۶) سوال: بعض طبیب دھوئیں کی بعض قسموں سے بعض بیماریو کا علاج کرتے ہیں اور اس کا نفع بھی مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے پس ہر قسم کے دھوئیں سے منع کرنا کیوں کر درست ہوگا؟

جواب: طبیب دھوئیں سے تھوڑی علاج کرتے ہیں، ہمیشہ نہیں کرتے پس اس سے خشکی پیدا نہیں ہوسکتی!

(۷) سوال: خشکی بلغمی دماغ والوں کو تو نفع دیتی ہے کیونکہ ان میں رطوبت بہت ہوتی ہے پھر ممانعت کیوں ہے؟

جواب: دھوئیں سے نفع ہونے کی حد معلوم نہیں اس کی شناخت کے لئے کسی ماہر طبیب کی ضرورت ہے جو مزاجوں سے بھی واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ

جواب: جن حضرات نے اس کے نفع اور نقصان کا پوری طرح تجربہ کیا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کے پیتے وقت چونکہ دھواں اندر پہنچتا ہے اس لئے اس وقت سخت تکلیف معلوم ہوتی ہے اور فارغ ہونے کے بعد وہ تکلیف دور ہو جاتی ہے اور ایک طرح کی راحت ملتی ہے پس یہ لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ آرام حقہ پینے سے ملا ہے اور یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ اس کے موقوف کرنے سے ملا ہے (۱۲) نیز چیزوں کے حلال اور حرام ہونے کی تفصیل میں علماء کے تین قول ہیں:

(الف) تمام چیزیں حلال ہیں لیکن جن چیزوں کو شریعت نے حرام بتا دیا وہ حرام ہیں (ب) تمام چیزیں حرام ہیں لیکن جن چیزوں کو شریعت نے حلال بتا دیا ہے وہ حلال ہیں (ج) مضر چیزیں اصل کے اعتبار سے تمام کی تمام حرام ہیں اور مفید چیزیں حلال ہیں اس تیسرے قول کی رو سے حقہ اور اس کی اولاد بیڑی سگریٹ کا حکم بھی نکل آیا کیونکہ یہ سب مضر ہیں جیسا کہ اوپر ماہر طبیبوں کے اقوال سے معلوم ہو چکا ہے (۱۳) (الف) نیز اس کے مضر ہونے میں شک بھی ہوتا تب بھی اس کو حرام ہی قرار دینا اولیٰ تھا، کیونکہ حدیث میں ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو شخص شبہ کی چیزوں سے بچتا رہا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ رکھا اور جو شبہ کی چیزوں میں پھنس گیا (کہ ان کو استعمال کرنے لگا) وہ (انجام کار) حرام میں پھنس گیا جیسے وہ چوپایہ جو کھیت کے گرد چر رہا ہو بہت ممکن ہے کہ (قریب ہونے کی وجہ سے) کھیت کے اندر بھی چلا جائے۔ سبحان اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسا عجیب وغریب علاج بتلایا ہے کہ اگر کوئی حرام سے بچنا چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ شبہ کی چیزوں اور مکروہات سے بھی بچے، ورنہ آج مکروہات مشتبہات میں اور کل حرام چیزوں میں پھنس جائے گا اور چوپایہ کی مثال بھی کس قدر مناسب بیان فرمائی ہے جو سمجھ سے قریب تر اور نہایت دلنشیں ہے (ب) اور ان مشتبہ چیزوں میں علماء کا اختلاف ہے بعض تو ان کو حدیث مذکور کی بناء پر حرام کہتے ہیں اور بعض دوسری حدیث کی بناء پر مکروہ بتاتے ہیں، یہاں ہم درازی کے خوف سے

حدیث نہیں لکھتے (ج) نتیجہ یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ حقہ اگر حرام نہیں تو مشتبہ اور مکروہ تو ضرور ہے جس کی عادت رکھنے سے حرام چیزوں میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے، چنانچہ کھلی آنکھوں دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ اس کے پورے شیدائی ہیں ان میں سے اکثر لوگ روزہ توڑ خدا کے چور ہیں کیا روزہ توڑنا حرام نہیں! اور کیا حقہ اور اس کی اولاد نے ان کو اس حرام میں نہیں پھنسا دیا ہے۔ پس حدیث مذکور کے مطابق جو اس کو چھوڑے گا اس کا دین محفوظ رہے گا اور مخلوق کی ملامت اور عیب سے بھی بری رہے گا اور جو اس کو پیتا رہے گا وہ حرام چیزوں میں پھنستا رہے گا (۱۴) رہا ان حضرات کا یہ ارشاد کہ حقہ ہر بیماری کی دوا ہے اور اس کے پینے سے بہت سی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں، سو یہ شیطانی بناوٹ اور اس کا دھوکہ ہے اس قول سے اس کو جائز نہ سمجھ لینا چاہئے اس میں شفا تو کیا ہوتی، انجام یہ ہوتا ہے کہ دھواں جمتے جمتے مستقل بیماری بن جاتا ہے کیونکہ بار بار پینے سے وہ مقام سیاہ ہو جاتا ہے جس کو دھواں لگتا ہے (۱۵) پھر اس دعوے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ جتنے حضرات اس دولت سے مشرف ہیں وہ سب کے سب پہلے بیمار تھے اور اب بھی ہیں اور بیماری ہی کے علاج کے لئے انہوں نے اس کا استعمال شروع کیا ہے اور سب کی بیماری بھی چاروں موسموں میں ایک ہی قسم کی رہتی ہے اور اس کا علاج بھی ایک ہی ہے اور اس کا غلط ہونا بالکل ظاہر ہے (۱۶) نیز اس میں مال بھی ضائع ہوتا ہے کہ شائقین اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کے حقہ بنواتے ہیں اور اس میں بہت رقم خرچ کرتے ہیں، بیڑی اور سگریٹ بھی نئی سے نئی قسم کے نکلتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ پھر حقہ تیار کرنے اور بھرنے میں تو کچھ دیر بھی لگتی ہے نیز وہ کسی خاص جگہ بیٹھ کر پیا جاتا ہے، اور یہ جیبی حقے تو ہر وقت بھرے بھرائے تیار رہتے ہیں بلکہ ہر وقت منہ سے لگے رہتے ہیں اور عین مسجد کے دروازے ہی پر آکر ختم کرتے ہیں پس اس میں اسراف بھی ہے جو حرام ہے اور عمر گراں مایہ کا کافی حصہ بھی اس میں ضائع ہوتا ہے۔ میرے ایک دوست ابھی ابھی تازہ تازہ پی کر آئے، وہ فرماتے ہیں کہ قینچی سگریٹ کا ایک بکس ساڑھے سات آنہ میں آتا ہے ایک غریب آدمی اتنے پیسوں میں اپنے کنبہ کا

خرچ چلاتا ہے اور یہ حضرات بے فکری اور فراخدلی کے ساتھ پھونک کر پھینک دیتے ہیں نیز معلوم ہوا کہ اعلیٰ قسم کی سگریٹوں میں شراب کا جوہر بھی ملایا جاتا ہے اگر یہ صحیح ہے تو اس کے حرام ہونے میں ذرا بھی شک نہیں (۱۷) نیز اس میں بدبو بھی ہوتی ہے جس سے نہ پینے والوں کو تکلیف ہوتی ہے، (الف) حدیث میں ہے کہ تکلیف دینے والی تمام چیزیں دوزخی ہیں۔ (ب) کتابی کہتے ہیں کہ بدبو ناک کے نتھنوں کو جلاتی ہے اور دماغ میں پہنچ کر آدمی کو تکلیف دیتی ہے (ج) اسی لئے حدیث میں ہے کہ جو شخص اس درخت (پیاز) میں سے کچھ کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے کہ اس کی بدبو ہمیں تکلیف پہنچائے گی (د) پس اس درخت سے وہ تمام چیزیں مراد ہوں گی جن میں بدبو آتی ہے اور ظاہر ہے کہ حقہ اور بیڑی اور سگریٹ بھی بدبودار چیزوں میں سے ہیں (ھ) مسلم میں ہے کہ جب آپ کو کسی کے منہ سے لہسن یا پیاز کی بدبو آتی تھی تو بقیع غرقد کی طرف نکلوا دیتے تھے (و) اسی لئے فقہاء نے فرمایا کہ اگر کسی شخص میں بدبو پائی جائے اس کو مسجد سے نکال دینا ضروری ہے اگر چہ ہاتھ اور پاؤں گھسیٹ کر ہی نکالنا پڑے، لیکن داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنا مناسب نہیں (ز) چونکہ اس زمانے میں اکثر امام اور مؤذن اس بلا میں گرفتار ہیں اس لئے وہ سب اسی کے لائق ہیں کہ ان کو مسجد سے نکال دیا جائے بلکہ بعض وقت تو یہ لوگ مسجد ہی میں پیتے ہیں (۱۸) حجاز میں مالکی مذہب کے بعض علماء نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ حقہ کا استعمال کرنا حرام ہے جیسا کہ لکڑی اور آگ کا استعمال کرنا حرام ہے کیونکہ دھواں لکڑی اور آگ کے اجزاء سے مرکب ہے نتیجہ یہ کہ دھوئیں میں آگ کے اجزاء پائے جاتے ہیں اس لئے حقہ کا استعمال حرام ہے (ب) نیز حق تعالیٰ نے جو عذاب نافرمانوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں ان میں ایک عذاب دھوئیں کا بھی ہے چنانچہ یونس علیہ السلام کی امت کے بارے میں ارشاد ہے جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے ذلت کا عذاب اٹھالیا اور یہ عذاب دھواں ہی تھا اور سورہ دخان میں بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ سے ایک قول پر قحط اور دوسرے قول پر خود دھواں مراد ہے پس اس تفسیر پر آیت میں صاف طور پر مذکور ہے کہ دھواں بھی ایک دردناک عذاب

ہے،اور وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ (واقعہ:ع۲)اور اِلٰى ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ (مرسلٰت) میں جو سایہ مذکور ہے وہ دھوئیں کا سایہ ہوگا پس حساب سے فارغ ہونے تک کفار دھوئیں کے اور مؤمنین عرش الٰہی کے سایہ میں رہیں گے پس دھواں عذاب ہے اور عذاب کی چیز کا استعمال بلاضرورت حرام ہے کیونکہ تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب کی جگہ سے بھاگ جانا واجب ہے، چنانچہ مزدلفہ کے قریب جو وادی محسّر جس میں اصحاب فیل کو ہلاک کیا گیا تھا یہ بھی انہی مقامات میں سے ہے اور جب عذاب کے مقام سے بھاگنا واجب ہے تو خود عذاب کی چیز سے بھاگنا اور نفرت کرنا کس قدر ضروری ہوگا (ج) نیز تم دیکھتے ہو کہ حقہ پینے والوں کے ناک اور منہ سے دھواں نکلتا ہے جس طرح دوزخیوں کے اور ان شریروں کے ناک اور منہ سے دھواں نکلے گا جو آخر زمانے میں ہلاک ہوں گے چنانچہ حدیث میں ہے کہ آخر زمانے میں ایسا دھواں پیدا ہوگا جو تمام زمین میں بھر جائے گا اور لوگوں پر چالیس روز تک قائم رہے گا ایمانداروں پر تو اتنا ہی اثر کرے گا کہ اس سے زکام کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور کافروں کے دونوں نتھنوں اور دونوں کانوں اور دونوں آنکھوں سے نکلے گا۔ یہاں تک کہ کافروں کا سر بھنی ہوئی سری کی طرح معلوم ہوگا، پس ایمان والوں کے لئے مناسب نہیں کہ عذاب والوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں اور عذاب کی چیز (دھوئیں) کی چیز کو استعمال کریں (د) نیز علماء نے لوہے اور تانبے کی انگوٹھی کو اس لئے مکروہ بتایا ہے کہ حدیث کی رو سے لوہا اور تانبا دوزخیوں کا لباس ہے اور جیسا کہ ھلالی نے مختصر الاحیاء میں بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گرم کھانے کو برا جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ نے ہمیں آگ نہیں کھلائی پس دھواں بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہوگا کیونکہ اس میں آگ کے اثر کے علاوہ خود آگ کے اجزاء بھی موجود ہیں (۱۹) اگر اس میں اور کوئی بھی برائی نہ ہوتی تو ایک عقلمند شریف باغیرت انسان کو اس کے استعمال سے روکنے کے لئے ذیل کی دو خرابیاں ہی کافی تھیں: (الف) اس سے منہ اور کپڑے کالے ہو جاتے ہیں اور بدبو پھیلتی ہے (ب) اس کو کافروں اور اسلام دشمنوں نے رواج دیا ہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اسلامی شہروں

میں پھیلایا ہے اور مسلمان ان کے اس بدترین طریق کو زندہ کر رہے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا یَآاُولِی الْاَبْصَار۔

بارِالٰہا! ہمیں راہ حق کی ہدایت فرما اور ہمارے دینی بھائیوں کے لئے اس مضمون کو نافع بنا۔

آمین یا رب العلمین۔

تتمّہ

اس ماہ مبارک کی پانچ بڑی فضیلتیں

اول: حدیث میں ہے:

شَعْبَانُ شَهْرِیْ وَرَمَضَانُ شَهْرُ اللّٰهِ۔

شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان حق تعالیٰ کا مہینہ ہے۔

گو تمام مہینے حق تعالیٰ ہی کے ہیں لیکن خاص اسی کو اپنا مہینہ فرمانا یہ بتا رہا ہے کہ اس مہینے کو حق تعالیٰ کی ذات بابرکت کے ساتھ کوئی اہم خصوصیت ہے، جیسے ایک باپ اپنے بچوں میں سے ایک لائق اور فرماں بردار بچہ کی بابت کہتا ہے کہ یہ میرا بچہ ہے پس اس کا مطلب یہی ہوا کرتا ہے کہ مجھے اس کے ساتھ خصوصی تعلق ہے یہ مقصود ہرگز نہیں ہوتا کہ دوسرے لڑکے اس کے بچے نہیں ہیں، اسی طرح یہاں سمجھ لو کہ اس مہینہ کو بھی کوئی اہم خصوصیت حاصل ہے اور وہ خصوصی تجلیات ہیں جو اس مہینے میں موسلا دھار بارش کی طرح نازل ہوتی رہتی ہیں مگر وہ ہمارے جیسے دل کے اندھوں کو نظر نہیں آتیں، جن کے باطن کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، وہ بلا رکاوٹ اس کا نظارہ کرتے رہتے ہیں اگر ہم بھی ان تجلیات کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ کسی ماہر طبیب روحانی ڈاکٹر سے اپنی باطنی آنکھوں کا آپریشن کرائیں اور اسی لئے حق تعالیٰ نے قرآن مجید اور دوسری تمام کتابیں اور صحیفے اسی مہینہ میں نازل فرمائے۔

دوم: اسی مہینہ میں حق تعالیٰ کا وہ بابرکت فریضہ بھی ادا کیا جاتا ہے جسے روزہ کہتے ہیں، جس کی بابت حدیث میں ارشاد باری تعالیٰ آیا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا، فرشتوں اور دوسرے تقسیم کرنے والوں سے نہیں دلایا جائے گا کیونکہ روزہ میں بندہ کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص مناسبت نصیب ہوتی ہے کہ جس طرح وہ کھانا اور پینا وغیرہ ان تمام حاجتوں سے پاک ہیں جو ایک انسان کو پیش

آتی ہیں اسی طرح بندہ بھی تھوڑی دیر کے لئے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے سو یہ خصوصی تعلق بھی اسی مہینہ میں نصیب ہوتا ہے۔

سوم: اس مہینے میں قرآن جیسی مکمل اور اعلیٰ ترین کتاب کا نبی رَحْمَةٌ لِلْعٰلَمِیْن صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونا پھر آپ ﷺ کا اس مہینہ میں کثرت سے تلاوت فرمانا اور جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دور فرمانا اور وفات کے سال دو مرتبہ دور فرمانا پھر امت کے بڑے بڑے بزرگوں کا آج تک انہیں دنوں میں تلاوت کی کثرت رکھنا ان سب باتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کو اس مہینہ سے خاص طرح کی خصوصیت ہے پس اس مہینہ میں تلاوت کا اور دنوں سے زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔

چہارم: یہ شرف بھی اسی مہینہ کو حاصل ہے کہ اس میں لیلۃ القدر ہوتی ہے جو قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق ہزار مہینوں سے بہتر ہے چونکہ زبان عرب میں اَلْفٌ ہزار کا عدد ایسا ہے کہ جس پر تمام مفرد عدد ختم ہو جاتے ہیں اس لئے خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ کا مطلب یہ ہوگا کہ لیلۃ القدر کا درجہ انتہائی عدد سے بڑھ کر ہے اور حکیم الامت مجدد الملت قدس اللہ اسرارہم کے ارشاد کے موافق اگر قرآن مجید اردو زبان میں نازل ہوتا تو اس زبان کے محاورے کے مطابق اس طرح کہا جاتا کہ شب قدر کا ثواب سنکھ مہینوں سے بھی بہتر ہے اور انتہائی کرم یہ ہے کہ بہتر تو فرمایا مگر بہتری کی کوئی حد نہیں بتلائی، پس اگر کوئی یہ امید رکھے کہ اس رات میں عبادت کرنے کا ثواب اس قدر ملے گا جو کسی طرح بھی شمار میں نہیں آسکتا تو حدیث قدسی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (کہ میں بندہ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے) کے موافق اس کو انشاء اللہ بے شمار ہی ثواب ملے گا اور مزید لطف و کرم یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس رات کا پتہ اس طرح بتا دیا ہے کہ اس کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کیا کرو پھر ان دس میں سے بھی طاق راتوں اکیس ۲۱، تیئیس ۲۳، پچیس ۲۵، ستائیس ۲۷، انتیس ۲۹، میں تلاش کرواتا کہ ایک رات محنت اور کوشش میں صرف کریں اور دوسری رات اس کے ساتھ ہی آرام اور راحت کے لئے بھی ملتی رہے سُبْحَانَ اللّٰہ! بندوں کے ضعف کی کس قدر

رعایت رکھی گئی ہے، رہا یہ کہ اس رات میں کتنی دیر جاگیں سو اس میں پوری رات جاگنے کی چنداں ضرورت نہیں اگر تھوڑے حصّہ میں سو بھی لیں اور رات کے اکثر حصّہ میں جاگ لیں تو اس سے بھی انشاء اللہ تعالیٰ پوری رات کی عبادت کا ثواب مل جائے گا، پھر ان راتوں میں خواہ ذکر وتسبیح میں مشغول رہیں خواہ قرآن پاک کی تلاوت کریں لیکن نفلوں میں مشغول رہنا زیادہ بہتر ہے، حدیث میں ہے کہ عائشہؓ نے دریافت کیا کہ میں شب قدر کو پاؤں تو کیا کروں تو فرمایا کہ یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ
عَنِّىْ اَللّٰھُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِيَةَ
وَالْمُعَافَاةَ الدَّآئِمَةَ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ط

نیز ارشاد فرمایا ہے کہ اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی برکات سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا، اس کی تفسیر میں سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ جس نے لیلۃ القدر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی (جس سے مراد مغرب وعشاء کی نماز ہوسکتی ہے) تو اس نے بھی اس رات میں سے اپنا حصہ حاصل کرلیا یعنی وہ محروم اور کم نصیب نہیں کہلائے گا، اے اللہ کے بندو! یہ تو کچھ بھی مشکل نہیں اب جو اتنا بھی نہ کرسکے وہ یقیناً محروم اور کم نصیب ہے اور اس کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ قدر کے معنی ہیں اندازہ کرنا اور اس رات میں بھی تمام سال کے لئے لوگوں کے رزق اور موتیں اور دوسرے احکام کے اندازے لکھ کر فرشتوں کے سپرد کردیئے جاتے ہیں، یا قدر عزّت کے معنی میں ہے یعنی یہ رات بڑی قدروعزّت والی ہے اور یہ رات اس امت کو ملی ہے تاکہ اپنی چھوٹی چھوٹی عمروں میں اس رات کے ذریعہ بہت سا ثواب حاصل کرسکے۔

اس رات کی فضیلتیں

(۱) اس رات میں قرآن کا نازل ہونا (۲) فرشتوں کی پیدائش (۳) آدم علیہ السلام

کے مادّہ کا جمع ہونا (۴) جنت میں درختوں کا لگایا جانا (۵) دعا کا قبول ہونا (۶) عبادت کا ہزار مہینے یعنی تراسی سال اور چار مہینہ سے بھی زیادہ ثواب ملنا پھر جس قدر خلوص ہوگا اس مقدار سے ثواب اسی قدر بڑھتا چلا جائے گا۔

علامتیں

طبری نے ایک قوم سے نقل کیا ہے کہ اس رات میں درخت سجدہ کرتے ہیں اور زمین پر گر پڑتے ہیں پھر اپنی جگہ پر آجاتے ہیں اور ہر چیز سجدہ کرتی ہے، لیکن یہ علامتیں اہل کشف پر ظاہر ہوتی ہیں اور حق یہ ہے کہ اس رات کا ثواب پانے کے لئے ان علامتوں کا دیکھنا شرط نہیں ہے، اگر ان میں سے کچھ بھی نظر نہیں آیا تب بھی انشاء اللہ تعالیٰ ثواب پورا ہی ملے گا اور سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ خلوص اور خشوع اور عاجزی کے ساتھ عبادت وذکر کی توفیق ہوتی ہے پس جب ایسی رات بھی اسی مہینہ میں ہے تو اس کا باعظمت ہونا ظاہر ہے۔

پنجم: ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس مہینہ میں تراویح جیسی محبوب عبادت بھی مقرر کی گئی ہے جس کی بابت حدیث میں ہے کہ جس نے رمضان کے روزے اور تراویح کا قیام یہ دونوں کام ایمان لاکر اور ثواب کی نیت سے کئے نیز لیلۃ القدر کا قیام بھی انہیں دونوں شرطوں سے کیا کہ اس کو سچا اور برحق بھی سمجھا اور ثواب کی نیت بھی کی تو اس کے پچھلے گناہ سب معاف ہو جائیں گے قدر دانوں کے لئے تو گناہ کی مغفرت اور جہنم کے عذاب سے نجات سب دولتوں سے بڑھ کر ہے مگر ہم جیسے بے قدروں اور ناشکروں کے لئے کچھ بھی نہیں ہم سے تو اگر یہ کہا جاتا کہ جو پورے مہینے تراویح پڑھے گا اس کو عید کے دن سو روپے یا سو گنیاں مل جائیں گی تو پھر بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے، ہم خود بھی فانی ہیں اور ہمیں فانی ہی چیز کی قدر ہے بارالہا! ہمیں دنیا کے بجائے آخرت کا قدرداں بنا، اٰمِیْن یا رَبَّ الْعٰلَمِیْن۔

یہ مضمون نہایت اختصار کے ساتھ مولانا عمر احمد صاحبزادہ مولانا ظفر احمد

تھانوی کے رسالے ''فضائل الایام والشہور'' سے لیا گیا ہے، وہاں اس مضمون کو نہایت دل نشین طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اگر آپ ہر مہینہ کے احکام جن کو عمل میں لانا چاہئے اور ہر مہینے کی وہ بدعتیں جو من گھڑت طریقہ پر جاری کی گئی ہیں ان پر تفصیل کے ساتھ مطلع ہونا چاہتے ہیں تو رسالہ مذکورہ مولانا ظہور الحسن صاحب امداد الغرباء سہارنپور کے یہاں سے منگوائیے اور غور سے مطالعہ فرمائیے۔ درازی کا خوف ہمیں زیادہ لکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔

الحمد للّٰہ رب العلمین ، و الصلوۃ والسلام علی جمیع الانبیاء خصوصا علی سید ھم وقد وتھم مُحَمَّدٍ والہ واصحابہ اجمعین ، رَبَّنَا تَقَبَّل مِنَّا اِنَّكَ اَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔

